چوں چوں کا مربہ
پاگلؔ عادل آبادی

چوں چوں کا مربہ

پاگل عادل آبادی

بارِ اوّل ـــــ جون ۱۹۷۸ء

کتابت ـــــ محمد غلام رسول اشرف

طباعت ـــــ فاطمی آرٹ پرنٹرس مومن پورہ ناگپور

قیمت ـــــ ۶ روپیہ

زیرِ اہتمام ـــــ بزمِ تعمیرِ ادب اردو عادل آباد

ملنے کا پتہ

پاگل عادل آبادی

اردو محل، کالج کالونی

عادل آباد ۵۰۴۰۰۱

انتساب

میں اپنے اس شعری مجموعہ کو اپنے والدِ محترم
ولی محمد صاحب مرحوم و مغفور کے نامِ نامی سے
منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

پاگل عادل آبادی

تعارف

پاگل کو میں اس زمانے سے جانتا ہوں جب وہ پاگل نہیں تھا صرف احمد شریف تھا۔ اس کی اور راقم الحروف کی شاعری کی عمر تقریباً ایک ہی ہے۔ لیکن جس سرعت سے پاگل کو مقبولیت اور شہرت نصیب ہوئی وہ شہرت اور مقبولیت اس کے ہم عصر شاعروں میں کسی اور کو نہ مل سکی۔ یقیناً ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ صرف پانچ سال کی قلیل مدت میں پاگل کو وہ سب کچھ مل گیا جس کی آرزو کئی کہنہ مشق فنکار برسہا برس سے کر رہے ہیں۔

جب پاگل نے مجھ سے اپنے دوسرے مجموعے کا تعارف لکھنے کو کہا تو مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اعتراض کیا اور کہا "تعارف کسی نامی گرامی ادیب یا شاعر سے لکھواؤ" لیکن وہ اپنی بات پر مصر رہا جس کے نتیجہ میں' میں آپ سے ہم کلام ہوں۔

مجھے اس سے بحث نہیں کہ اسکا اندازِ پیش کش کیسا ہے۔؟ آیا وہ فنِ عروض کے فنی تقاضوں کی کہاں تک تکمیل کر پاتا ہے؟ میں اس کی شاعری پر تنقید کی ذمہ داری تنقید نگاروں پر چھوڑتے ہوئے صرف وہ باتیں کروں گا جن کا تعلق میرے مشاہدے سے ہے۔

پاگل پچھلی نشستوں کا شاعر ہے۔ جی ہاں! یہ حقیقت ہے کہ وہ پچھلی صفوں میں بے پناہ مقبول ہے۔ (اگلی صفوں پر تو چند جفادری قسم کے شعراء اور تنقید نگاروں کی اجارہ داری ہے۔) وہ خواص کو خاطر خواہ متاثر نہیں کر پاتا۔ دیگر الفاظ میں وہ ایک عوامی شاعر ہے۔ اور عوام سے مسلسل رابطہ قائم کئے ہوئے ہے۔ اس کی عوامی مقبولیت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس کی زبان

بالکل سادہ ہے۔ عام فہم الفاظ کا استعمال اس کی شاعری کا خاصہ ہے۔ اس کے پاس دقیق الفاظ کی بھرمار نہیں۔ اس کا سارا کلام دیکھ ڈالیے۔ کہیں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں ملے گا جس کے لئے، ایک کم پڑھے لکھے قاری کو لغت کی طرف رجوع ہونا پڑے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ عوامی مسائل، معاشرے کی برائیوں، سیاست اور سماجی رسوم کو طنز و مزاح کا ہدف بناتا ہے۔ سماج کی دکھتی رگوں سے کھیلنا اس کا محبوب شغلہ ہے۔ اور ان سماجی خرابیوں کے "شکار" اس طنز سے یقیناً لطف اندوز ہوتے ہیں۔ وہ اخلاقیات کے موضوع پر اپنے سننے والے کو بور نہیں کرتا۔ وہ اکثر ملاؤں اور سیاسی لیڈروں کو بھی تختۂ مشق بناتا ہے۔ مثلاً

اہلِ خرد ملے نہ تو اہلِ نظر ملے
انگوٹھے چھاپ ہم کو کئی راہ بر ملے

دیکھو تو پیٹ چیر کے نام الیف نہیں
ایسا بھی بانجھ آدمی نیتا دکھائی دے

جو جنتا کے غم میں گھلے جا رہے ہیں
وہ کھٹملوں کے جیسے پھلے جا رہے ہیں

ملاؤں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

ان کی پاکٹ میں ہے کتے جنت
چار سجدے لگائے جیسا ہے

سر کے بل فاتحہ میں آؤنگا
پہلے فرمایئے پکا کیا ہے

مولانا بنے پھرتے ہیں کرتے ہیں وہ چھوچھا
سورۃ ہے کوئی یاد نہ ہے کوئی دعا یاد

موجودہ دور کی کھچڑی تہذیب پر طنز کی مثال ے

ممی کی زباں اور ہے ڈیڈی کی زباں اور
پھر کیوں نہ ہو اولاد کا اندازِ بیاں اور

مرغوں کی کچھ خطا ہے یا مرغیوں کی سوچ
تہذیبِ نو کے انڈے گندے نکل رہے ہیں

ہاتھ پیروں تو ہے گھڑی" سمی کو"
پر نہیں جانتے بجا کیا ہے

ایسے ہی کئی اشعار مختلف موضوعات پر ملتے ہیں۔ جنہیں طوالت کے خوف سے قلمبند کرنے سے قاصر ہوں۔ پاگل کا ترنم اور ادائیگی دونوں ہی شعر کو بہت زیادہ پُر اثر بناتے ہیں۔ میرے خیال میں پاگل "پڑھنے" سے زیادہ "سننے" کی چیز ہے۔ خیر اب "چوں چوں کا مربہ" آپ کے ہاتھوں میں ہے میں اس کے اور آپ کے درمیان رکاوٹ نہیں بننا چاہتا۔
شروع کیجیے۔ بسم اللہ

فریدہ انجم

۲-۲-۲۷

۲۵ مارچ ۱۹۷۸ عیسوی

عادل آباد

تیسری آنکھ

"شاعری دماغی تخیلات کی چمکتی ہوئی آنکھ ہے"
چمکتی ہوئی آنکھ میں رتی برابر بھی فرق ہو تو تخیل یوں ہو گا۔

ے دایہ بے بس ہے اور دلہن بیتاب
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

آنکھ کی چمک اچھی ہو تو سونے پہ سہاگہ۔ تخیل کی اڑن طشتری ایسے اڑے گی۔

ے بے پردہ نظر آئیں جو چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا

دونوں آنکھوں کی چمک کا مشاہدہ تو ہو چکا اب تیسری آنکھ کا نظارہ
ممکن ہے تیسری آنکھ کی چمک ہزاروں ذہنوں کے دلوں کے پیمانوں میں پری بن کر اتر جائے۔ تیسری آنکھ کی شوخیوں پر شوق سے آنکھ مارا جا سکتا ہے۔ کوئی گناہِ کبیرہ کوئی گناہِ صغیرہ نہیں۔ یہ تیسری آنکھ ہے۔
پاگل عادل آبادی کی اور اس کے تخیلات کی چمک دماغ کے کینوس سے برابر ان گنت ہونٹوں پر مسکراہٹوں کے اجالوں کی تقسیم کی مجرم ہے۔
تیسری آنکھ کی چمک کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ مگر اس کی رفتار کو کچھوے کی چال کہا جائے تو بہتر ہے۔ پاگل کی تیسری آنکھ مصنوعی آنکھ بھی نہیں۔
کاش تیسری آنکھ کی چمک مصنوعی ہوتی۔ قسم ہے ادب کے ناخداؤں کی' پاگل کی

شاعری کو نفرت کی سولی پر چڑھانے میں کسی بھی رحم کی درخواست کو ردی کی ٹوکری کے حوالے کر دیا جاتا۔ پاگل کی آنکھ کی چمک گھٹتے ہوئے ماحول کی پائکٹری ہے تب ہی تو بڑی سخت جان ہے۔ کتنی وحشت ہے اس چمک میں۔ کتنی خوفناکی پوشیدہ ہے اس کے نفسیات میں۔ مذہب کے ٹھیکیدار کی ناک چڑھی معلوم ہوتی ہے۔ اور قوم کے رہنما کی مشاطہ۔ اس آنکھ کی چمک کے حمام میں جسم ننگے ہو رہے ہیں۔ رسوائیوں اور بدنامیوں کے سامان ہو رہے ہیں۔ رہبر نما رہزن کا تمسخر اڑ رہا ہے۔ گھوڑے جوڑے کی مانگ کی توہین ہو رہی ہے۔ عشوہ طرازیوں پر تلخ کلامی ترقی یافتہ نام نہاد رہن سہن پر پھٹکار کی جا رہی ہے۔ پاگل کی آنکھ کی چمک پر پلکوں کی چلمن کے پڑنے کی صدائیں بازگشت بن گئی ہیں۔ پاگل کی آنکھ کی چمک پاگل ہے۔ پاگل کا وجود سماج اور سوسائٹی کے لئے سوہان روح ہوتا ہے۔ شاعر کی آنکھ کی چمک کے پاگل پن کا علاج آج تک دریافت نہ ہو سکا۔ پاگل کی آنکھ کی چمک کو محبت کی نظروں سے دیکھو تو اس کی چمک میں محبت و خلوص کے تالاب ملیں گے۔ معصوم چہروں کی ڈھلی ہوئی پاکیزگی جھلکے گی۔ سچائی کے خزانے ملیں گے زمانے نے اس کو جو کچھ دیا ہے وہی تو لوٹا رہا ہے پاگل۔ اس کی آنکھ کی چمک کی لاکھوں آنکھوں کی پتلیوں میں جگہ ہے۔ اگر پاگل کی آنکھ کی چمک ایک آنکھ نہیں بھائے تو سنگ وحشت نہ اٹھائیے۔ شاعری دماغی تخیلات کی چمکتی ہوئی آنکھ ہے۔ اگر یہ آنکھ زخمی ہو گئی تو اردو کی آنکھ کا زخم بن جائیگی اور اردو کا زخم انسانیت کا زخم بن جائیگا۔ پاگل کی آنکھ کی چمک دنیا کے تمام ادب کا مشترک سرمایہ ہے ۔

ہم نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ ۔ سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

شیخ حمید الزماں

احمدی پاڑہ، نظام آباد (اے۔پی) ۵۔۷۔۰۱

کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

احمد شریف پاگل عادل آبادی سے میری پہلی ملاقات حیدرآباد کے کل ہند مزاحیہ مشاعرہ (جو زندہ دلانِ حیدرآباد کے زیرِ اہتمام ہوتا ہے) میں ہوئی۔

اناؤنسر نے جس وقت پاگل عادل آبادی کے نام کا اعلان کیا تو میں نے یہ دیکھا کہ سامعین نے گرم جوشی سے تالیوں کے ساتھ استقبال کیا اور پاگل ہوشمندی سے مائیک پر آکر اپنی مترنم آواز سے ہزل سُنانی شروع کی۔ اور سامعین نے دادِ تحسین سے نوازنا شروع کر دیا۔ ہر شعر پر مکرر مکرر کی آوازیں لگتی رہیں اور پاگل کافی دیر تک مائیک پر ڈٹے رہے۔

بڑی سوجھ بوجھ سے کہتے ہیں، اچھا کہتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں اپنے بل بوتے پر کہتے ہیں۔ اس کے بعد بھی کئی مشاعروں میں ملاقات ہوئی اور ویسا ہی پایا جیسا کہ پہلے مشاعرہ میں۔

ان کا پہلا مجموعہ "الم غلم" بھی نظر سے گذرا۔ یہ دوسرا مجموعۂ کلام "چوں چوں کا مربہ" آپ حضرات کے سامنے موجود ہے۔ ان کی شاعری کے اندازِ بیان سے آپ لوگ بخوبی واقف ہو جائیں گے۔

ناچیز

ناظم انصاری

"پناہ گاہ"

قبرستان روڈ مومن پورہ ناگپور ۱۸

عرضِ حال

قارئینِ کرام!

یہ بات واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری شاعری کی عمر کچھ زیادہ نہیں ہے۔ سال ۱۹۷۱ء سے میں نے شعر کہنا شروع کیا۔ اس قلیل عرصہ میں یہ میرا دوسرا شعری مجموعہ ہے۔ اس سے قبل اپریل ۱۹۷۶ء میں میرا پہلا مجموعہ "الم غلم" کے نام سے شائع ہو کر شرفِ قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ کتاب کے تمام نسخے اندرونِ ایک سال غیر متوقع طور پر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ اور مانگ ابھی تک جاری ہے کتاب کی اس قدر مقبولیت میرے لئے حوصلہ افزا تھی۔ چنانچہ میں ہوشمندوں کی صفوں میں پاگل پن کی مقبولیت کے پیشِ نظر ایک اور کتاب "بجوں بجوں کا مربہ" کے نام سے اپنے مداحوں کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ زیرِ نظر کتاب میں جملہ ۸۴ غزلیات شامل ہیں۔ تقریباً ۲۰ غزلیات پچھلے مجموعہ میں سے قندِ مکرر کے طور پر شریک کی گئی ہیں۔ باقی غزلیات پہلی بار شریک کی جا رہی ہیں۔ ویسے بھی ان میں سے بیشتر غزلیات ملک کے مختلف اخبارات و رسائل میں چھپ چکی ہیں۔

میری شعری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور پروان چڑھانے

میں زندہ دلانِ حیدرآباد، ماہنامہ "شگوفہ"، روزنامہ "سیاست"، روزنامہ "رہنمائے دکن"، روزنامہ "ملاپ" وغیرہ کا کافی دخل رہا ہے۔ خصوصاً زندہ دلانِ حیدرآباد نے میری ہمت افزائی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میں اس عظیم ادارہ کے توسط سے اب تک کئی آل انڈیا مشاعروں میں شرکت کرچکا ہوں جن میں قابلِ ذکر مقامات بمبئی، پٹنہ، مدراس، مالیگاؤں، ناسک، بنگلور، بھیونڈی، ناگپور، حیدرآباد، پونا، کڑپہ، ورنگل، یوت مال، بیدر، ناندیڑ وغیرہ ہیں۔ بہرحال زندہ دلانِ حیدرآباد کے ذمہ داروں کا میں شکرگذار ہوں کہ انہوں نے مجھے قابلِ اعتنا سمجھا۔

مسلسل مسائلِ زندگی سے ماحول میں جو اکتاہٹ اور بیزارگی پائی جاتی ہے۔ طنز و مزاح دراصل اس کو دور کرنے کا ایک ذریعہ ہے ڈاکٹر جس طرح صحت بخش غذاؤں کی سفارش اور مضرِ صحت غذاؤں سے پرہیز کا مشورہ دیکر حیاتِ انسانی کو طولانی بناتے ہیں۔ اسیطرح میری دانست میں طنز و مزاح بھی حیاتِ انسانی کے لئے ایک مجرب نسخہ ہی نہیں بلکہ طولانیِ زیست کیلئے کیمیا ہے۔ طنز و مزاح ایک نشتر ہے جو جمود و سقم کا وٹ سے کے زخموں کو کرید کر مندمل کرتا ہے۔ مشاہداتی زندگی پر گہری نظر رکھنے اور اسکو پرکھنے پر جو بات زباں سے نکلتی ہے۔ وہ احساس کی ترجمان ہوتی ہے۔ مزاحیہ شاعری بھی ان ہی احساسات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ جو کسی طرح بھی سنجیدہ ادب سے الگ نہیں ہوتی البتہ اظہارِ خیال کا اسلوب جدا ہوتا ہے۔ یہ اسلوب قدیم اور جدید زبانوں کا مرتبہ ہوتا ہے۔ یہ تکوینی امتزاج ہی دلوں میں گدگدی پیدا کرتا ہے اور انہیں گدگدیوں سے انسانی ذہن تفریحِ طبع کے

ساماں حاصل کرتا ہے۔ میں نے اس کتاب میں اس مقصد کی کس حد تک تکمیل کی ہے۔ اس کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔
کلام کیسا ہے اور یہ کتاب اپنے اندر کون سے محاسن و قبائح رکھتی ہے اس کا فیصلہ میں قارئین کرام پر چھوڑ دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی رائے اور قیمتی مشوروں سے نوازیں گے۔ آخر میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں میرے ساتھ تعاون فرمایا۔

خدا حافظ

احقر
پاگل عادل آبادی
اردو محل
کالج کالونی عادل آباد (اے۔پی)
۵۰۴۰۰۱
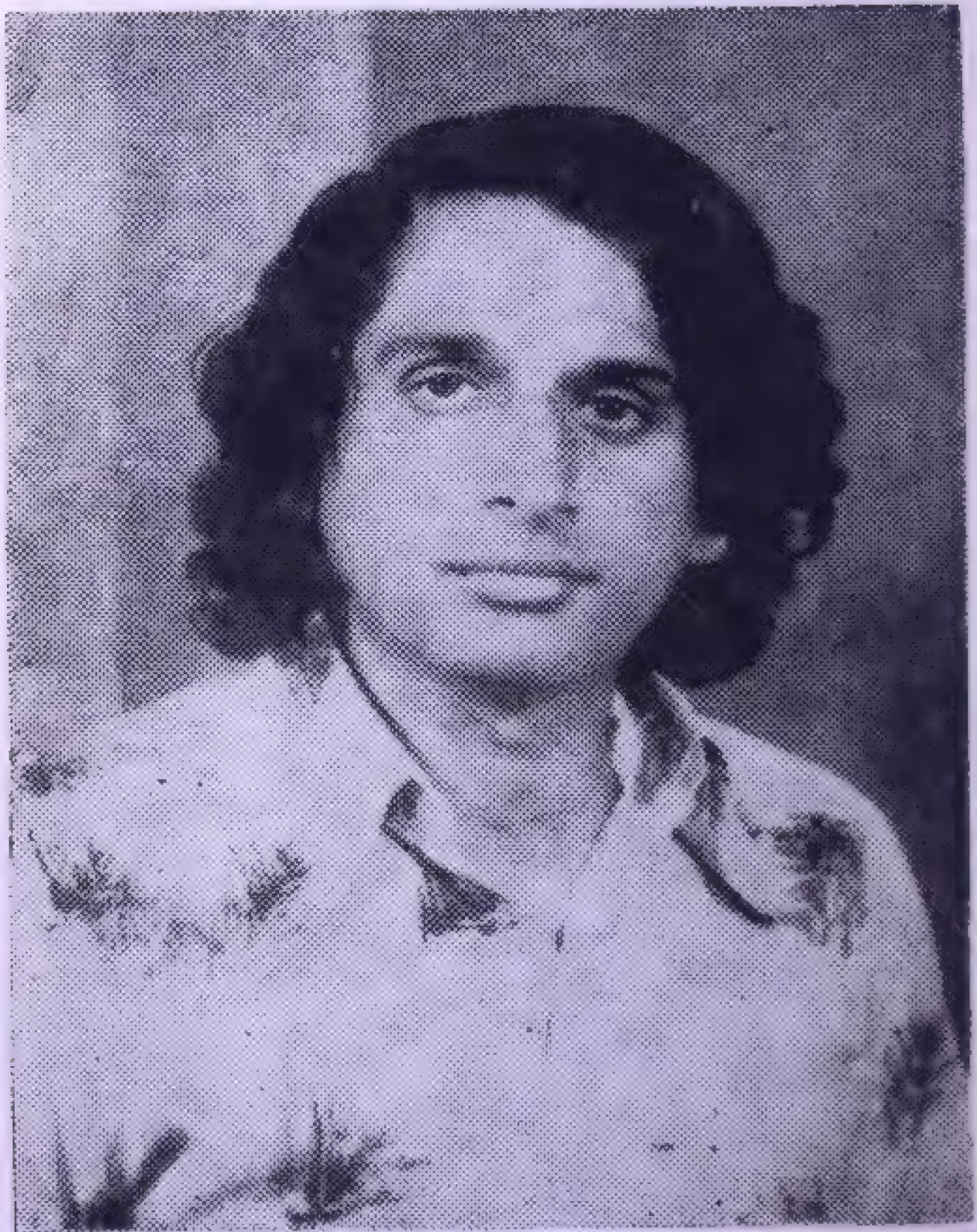
غزلیات

میں سُناتا ہوں سُنو اب داستانِ انڈیا
جھوٹ ہو تو ٹوک دینا شہریانِ انڈیا
قوم کی چنتا نہیں ہے قوم جائے بھاڑ میں
مست ہیں کھا پی کے مرغے لیڈرانِ انڈیا
کام رشوت کے بنا کوئی نکل سکتا نہیں
بن گئے رشوت کے اڈے دفترانِ انڈیا
فیس لیں اتنی کہ مر جائے مریض ناتواں
ماہرِ فن اس قدر ہیں ڈاکٹرانِ انڈیا
مسجدیں خالی پڑی ہیں، دیر بھی ویران ہیں
ہیں مگر آباد سارے تھیٹرانِ انڈیا
چور بازاری، ملاوٹ، بے ایمانی، جھوٹ سچ
دن دہاڑے لوٹتے ہیں تاجرانِ انڈیا
اُس کی ٹوپی اِس کے سر اور اِسکی ٹوپی اُسکے سر
کر رہے ہیں لیپا ڈپی دلبرانِ انڈیا
اپنے چپراسیوں کی رشوت خوریوں کو دیکھکر
خوش ہوا کرتے ہیں اکثر افسرانِ انڈیا
خدمتِ شعر و سخن سے پیٹ بھر سکتے نہیں
رو رہے ہیں قسمتوں کو شاعرانِ انڈیا
جانے والے چاند پر بھی جا کے پاگل آ گئے
ہیں مگر دست و گریباں ساکنانِ انڈیا

باڑوں میں سدا لا کے کھپا دیتے ہیں چمچے
مطلع کی جگہ مقطع سنا دیتے ہیں چمچے
کچھ ایسا چمتکار دکھا دیتے ہیں چمچے
گھوڑے کو گدھا پل میں بنا دیتے ہیں چمچے
سیٹھوں سے مجھے قرضہ دلا دیتے ہیں چمچے
لے جا کے رہن مجھ کو رکھا دیتے ہیں چمچے
اُوپر کسی چمبو کو یہ آنے نہیں دیتے
لے جا کے اُسے تل میں بٹھا دیتے ہیں چمچے
میخانے کا کیا ذکر، حرم کو بھی نہ چھوڑیں
ہر ایک جگہ ٹانگ اڑا دیتے ہیں چمچے
مُردار پہ رہتی ہیں سدا انکی نگاہیں
مُردوں کے کفن تک بھی بکا دیتے ہیں چمچے
پھنس جائے اگر جھانپ میں اُنکے کوئی مرغا
گردن پہ چھری اُلٹی پھرا دیتے ہیں چمچے
کُھرچن کا بھی کر دیتے ہیں دیگوں سے صفایا
کھا کھا کے سدا چکلے لگا دیتے ہیں چمچے
بنکر کبھی صادق کبھی جعفر کبھی جے چند
میا کو رہن اپنی رکھا دیتے ہیں چمچے
چمچے تو کسی کو بھی نہیں چھوڑتے پاگل
بندے کو خدا سے بھی لڑا دیتے ہیں چمچے

خارش ہے تو مرہم ہی لگانے کیلئے آ
یا تُو بھی میری پیٹھ کُھجانے کے لئے آ
سودا ہے نفع کا تو پٹانے کیلئے آ
مُرغا ہے یہ چکنا اسے کھانے کے لئے آ
باقی ہیں ابھی گھر میں مرے مٹّی کے برتن
آ، ان کو بھی تو بیچ کے کھانے کے لئے آ
ہنگامہ ہے درکار وہ شادی ہو کہ ماتم
رونا نہیں آتا ہے تو گانے کے لئے آ
دستورِ زمانہ بھی ہے کر شوق سے شادی
خود اپنی ہی میّت کو اٹھانے کے لئے آ
محفل میں فقط شعر سنانا ہی نہیں ہے
اشعار کا مطلب بھی بتلانے کے لئے آ
مرتا ہے مرے تیری بلا سے کوئی پہ جمبو
لیڈر ہے تو آ، توند بڑھانے کے لئے آ
پاگل تو ترنّم کا چمتکار دکھا دے
رمضان میں سحری کو جگانے کے لئے آ

خالی نہ بیٹھ کچھ تو قیامت اٹھا کے دیکھ
نکٹے کے آگے ناک تو اپنی کٹھا کے دیکھ
مضبوط کتنے ہوتے ہیں یہ آزما کے دیکھ
عاشق کی کھال کے کبھی جوتے بنا کے دیکھ
پھسلی کا ہوشکار تعجب کی بات کیا!
سرکاری نل کی ٹونٹی میں گل کو پھنسا کے دیکھ
بوڑھی ہوئی تو کیا ہوا بھاری ہے چادر پر
اپنی پرانی ناٹ کی آئیلننگ کرا کے دیکھ
مُردے بھی چیخ مار کے بھاگیں گے جانِ من
میکپ بغیر سامنے تو اُن کے جا کے دیکھ
کہلائے گا عظیم صنعت کار ملک کا
تو پتھروں کے گارے سے آٹا بنا کے دیکھ
گر دیکھنا ہے تجھ کو نکموں کی فوج کو
دفتر میں بلدیہ کے کسی روز جا کے دیکھ
پایا نہ جو کسی نے وہ ایوارڈ پائے گا
کھیتی سے زعفران کی بینگن اُگا کے دیکھ
آئیں گے دھوبیوں کے گدھے دوڑ دوڑ کر
پاگل کی یہ غزل تو ذرا گنگنا کے دیکھ

باپ سمجھا تھا جسے اُن کا وہ شوہر نکلا
بعد تحقیق کے کوآپریٹیو کبوتر نکلا
یہ بھی فیشن کا کرشمہ ہے کہ نظروں کا فریب
جنتری جس کو میں سمجھا تھا کیلنڈر نکلا
دودھ کھو لگے نے دیا بھینس نے انڈہ لوگو
مرغ کا پیٹ جو چیرا تو چقندر نکلا
جب بھی آیا اسے کنگ کانگ سے کشتی کا خیال
مار کے گلہنچے کی پوڑی وہ قلندر نکلا
نہ تو تصویرِ بتاں اور نہ حسینوں کے خطوط
جیبِ مرحوم سے اِک مٹکے کا نمبر نکلا
پھٹ پھٹی اپنی سکنڈ ہینڈ کھٹارا ہی سہی
بیل بنڈی میں بھی سنتے ہیں کہ بچھڑ نکلا
ترس کھا کر جسے لایا تھا سڑک سے گھر کو
وہ تو کھویا ہوا میرا ہی کیلنڈر نکلا
ہے یہ کھادوں کا گھٹالا کہ اثر سیزن کا
بیج بیگن کا جو بویا تو ٹماٹر نکلا !
ٹھوک تھے لوگ سبھی اُن کی نظر میں آگے
میں اکیلا ہی بھلے شہر میں جیسٹر نکلا

سیزن ہے کتنا رانگ ارے باپ کیا کروں
دیتی ہے مرغی بانگ ارے باپ کیا کروں
بیگم ہے کینگ کانگ ارے باپ کیا کروں
توڑی نا میری ٹانگ ارے باپ کیا کروں
طبلہ بجا کے سر پہ وہ کہتے ہیں گاؤ نا!
سہگل کا کوئی سانگ ارے باپ کیا کروں
کیا جانے کیا کہا تھا گرمیے کے جوش میں
غنڈوں کی لائے گیا نگ ارے باپ کیا کروں
جب ہو چکا نکاح تو یہ راز بھی کھلا
لنگڑی ہے ان کی ٹانگ ارے باپ کیا کروں
اولاد ہٹی کٹی یہ کہتی ہے باپ سے
سڑکوں پہ بھیک مانگ ارے باپ کیا کروں
سنتے ہیں چیل اڑ گئی اک بھینس کو لئے
وہ رائٹ ہے یا رانگ ارے باپ کیا کروں
شرمندہ اس کے آگے اب قطب مینار ہے
دلبر ہے کتنا لانگ ارے باپ کیا کروں
پاگل ہیں ٹیلیفون کرے ان کو کس طرح
نمبر دیا ہے رانگ ارے باپ کیا کروں

جو جنتا کے غم میں گھلے جا رہے ہیں
وہ کھلگوں کے جیسے پھولے جا رہے ہیں
جنہیں رینگنا بھی نہ آتا تھا کل تک
وہ لونڈے بھی جمپنگ کئے جا رہے ہیں
بڑھاپے میں میک اپ کا لے کر سہارا
کھنڈر کی آئیلنگ کئے جا رہے ہیں
فلم "شعلے" دیکھی ہے مرشد نے جب سے
بسنتی کے غم میں مرے جا رہے ہیں
گرانی میں سسرال والے جوائی کی
ڈیکاشن سے خاطر کئے جا رہے ہیں
مرے گھر میں کھائی کے جنگلات والے
مرے گھر کے بھانسے گنے جا رہے ہیں
لگیں مرغیاں بانگ دینے عشا دنٹ
تو مرغے بھی انڈے دیئے جا رہے ہیں
نہ انجن نہ ڈبے نہ پٹری نہ ٹیشن
ہوا میں وہ شنٹنگ کئے جا رہے ہیں
ببر شیر جیتے ہوئے یار کچھ پاگل نے
گدھوں کو سلامی دیئے جا رہے ہیں

جی میں آئے تو لگا لیتے ہیں کاجل کی طرح
پھر مسل دیتے ہیں مجھ کو کسی کھٹمل کیطرح
تیدیپ تو آپ نے میسل کا بدلا ہے مگر
چال سے اپنی نظر آتے ہیں لوکل کی طرح
بچہ بچہ بھی پہلوان ہے گویا میرا!
گھر نظر آتا ہے مجھ کو کسی دنگل کیطرح
لے کے ہاتھوں میں گھڑے بھرتی ہیں پبلک پانی
اشک بہتے ہیں غم یار میں جب نل کی طرح
چھینٹ کے کپڑوں کا یہ بھی تو کرشمہ دیکھو
اب تو مجنوں بھی نظر آتا ہے جیتل کیطرح
جب سے رکھا ہے سیاست میں قدم شیخ گھڑو
بیڑی پیتا ہے میرا شیر بھی چرچل کی طرح
شوہروں کی نہیں بیروں سے زیادہ عزت
بیویاں گھر کو سمجھنے لگیں ہوٹل کی طرح
ہائے کچھ لوگ سمجھ کر اسے فیشن تازہ
منہ پہ کالک بھی لگا لیتے ہیں کاجل کیطرح
آزما کر تو ذرا دیکھئے اک روز اسے
پارٹنر کوئی نہیں آپ کے پاگل کی طرح

جو لوگ آفتاب تھے عہدِ شباب میں
بوڑھے ہوئے تو بن گئے ہڈی کباب میں
ایسا بھی ہوگا ہم نے نہ سوچا تھا خواب میں
بولیں وہ لے کے آئیں گے خط کے جواب میں
پنشن کے انتظار میں ناحق وہ مر گئے
اے جی لگا ہوا ہے سوال اور جواب میں
ہو جائے ستیاناس غمِ روزگار کا!
بوڑھا دکھائی دیتا ہوں عہدِ شباب میں
گن گن کے ہجرِ یار میں تاروں کو دوستو
ماہر میں ہو گیا ہوں حساب و کتاب میں
ضامن میں کیا ہوا ہوں برادر کا آپکے
بیٹھے بٹھائے جان پھنسی ہے عذاب میں
پنشن ملی ہے دوستو! پینے کا ذکر کیا
نکلوں گا میکدے سے نہا کر شراب میں
عاشق مزاج طلباء کا یہ ہے مطالبہ
مضمونِ عاشقی بھی ہو شاملِ نصاب میں
تعبیر پوچھیں آپ سے پاگل ہے آپ کے
شیطان میں نے رات کو دیکھا ہے خواب میں

آپ جب تلک مسٹر لگ رُکا نہیں سکتے
گیئر میں کھٹارے کو اپنے لا نہیں سکتے
اُن سے دل لگا کر ہم گھر بسا نہیں سکتے
لاکھ ہم گدھے لیکن گھانس کھا نہیں سکتے
وہ حرام خوری میں ٹاپ جا نہیں سکتے
ہاں جو یتیموں کا ڈٹ کے کھا نہیں سکتے
سینما کو جانے کا پاس پا نہیں سکتے
گر چچا چچانی کا سر دبا نہیں سکتے
روگ لگ گیا ان کو ہلئے جب سے شکر کا
جیب میں جلیبی ہے اور کھا نہیں سکتے
جب تلک سلامت ہے بوڑھے باپ کا سایہ
یہ جوان بیٹے تو کچھ کما نہیں سکتے
آجکل کے گھوڑوں کو کیا ہوا خدا جانے
دیکھ کر بھی گھوڑی کو ہنہنا نہیں سکتے
کیا وہ تیر ماریں گے تیس مار خاں بن کر
بکریاں بھی ماموں کی جو چرا نہیں سکتے
آپ جب تلک پاگل بھانستے نہیں مرغا
ہوٹلوں میں بریانی جا کے کھا نہیں سکتے
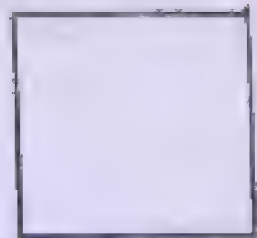
جنس بدلی کا ہے دنیا میں چلن باپ رے باپ
جمعہ جی بن گئی اب شیخ جمن باپ رے باپ

دام کیونکر نہ بڑھیں کیوں نہ ہوں بکرے مہنگے
دال سب چھوڑ کے کھاتے ہیں مٹن باپ رے باپ

بن گئے میر شکاری وہ خدا خیر کرے
جو نہیں جانتے کیا چیز ہے گن باپ رے باپ

چار آنے کے گڑ بیسے کا کرشمہ دیکھو!
طشتری کو بھی وہ کہتے ہیں لگن باپ رے باپ

رات دن کاٹتے رہتے ہیں وہ جنتا کا گلا
اور پھر گاتے ہیں جنتا کا بھجن باپ رے باپ

مرنے والا بھی سکھی مارنے والا بھی سکھی
یہ ہے اس دور کے نیتاؤں کا فن باپ رے باپ

سنتے ہیں شیخ نے خود بھی کے مچائی گڑبڑ!
نام پر اس کے بھی نکلا ہے سمن باپ رے باپ

وقت کہتا ہے گدھوں کی بھی برائی نہ کرو
کہیں کہنا نہ پڑے مصلحتاً باپ رے باپ

پہن کر پھولوں کا بشن شرٹ وہ چلے ہیں پاگل
نظر آنے لگے ہیرو بھی چمن باپ رے باپ

گنجا ہوں میرے سر کی تقدیر بدلنے دے
تالو پہ ذرا میری زلفوں کو مچلنے دے

میں بھی تو بنوں لیڈر مجھ کو بھی تو پلنے دے
کچھ گلے گلے جنتا کے مولا مجھے تلنے دے

ہر موہنی صورت پر حق اپنا جتلائے جا
ہر موہنی صورت پر دم اپنا نکلنے دے

کچھ دیر ٹرانسسٹر سرہانے بجلائے جا
بیمار شب غم کا کچھ موڈ بدلنے دے

دل بدلی میں پڑنے کا آیا ہے زمانہ پھر
گرگٹ کی طرح مجھ کو پھر رنگ بدلنے دے

جنت بھی ہتھیلی میں آئے گی نظر تجھ کو
اک دور مرے ساقی گانجے کا بھی چلنے دے

کیوں ٹانگ اڑاتا ہے دھندے میں شریفوں کے
ٹھگوں کا زمانہ ہے ٹھگوں کو اچھلنے دے

لیڈرز بھی اتری ہیں میدان میں کرکٹ کے
چینڈل کی طرح میرے دل کو بھی اچھلنے دے

لاک اپ میں مجھے دیکھ کر کہتے ہیں وہ غصے سے
مستی ذرا پاگل کی کچھ دیر تو گلنے دے

ماہی و مرغ کے سوا کیا ہے
سمجھے چوروں کا ناشتہ کیا ہے
ہیں شکاری مگر نہیں معلوم
شیر کیا چیز ہے گدھا کیا ہے
وہ جو کرتے ہیں گڑ سے بھی پرہیز
پوچھیے ان سے گلگلہ کیا ہے
اُن کا گھر بھی ہے ایر کنڈیشنڈ
جو نہیں جانتے ہوا کیا ہے
سر کے بل فاتحہ میں آؤں گا
پہلے فرمایئے پکا کیا ہے
ہاتھ پر یوں تو ہے گھڑی سی کو
پر نہیں جانتے بجا کیا ہے
تیری مرغی جو بانگ دیتی ہے
دیکھ مرغے اسے ہوا کیا ہے
بعد شادی کے جان جائینگے
جھاڑو کیا چیز ہے گھڑا کیا ہے
عمر ستر کی ہو گئی پاگل
بن سنورنے سے فائدہ کیا ہے

کرو بند بورنگ مناسب نہیں ہے
میاں شیخ چھاٹنگ مناسب نہیں ہے

ابھی طفل جوں جوں ہو جوزے میاں تم
کھڑاڑے میں جمنگ مناسب نہیں ہے

زنانہ ہے مڑ مڑ کے کیا دیکھتے ہو
ڈاڑھی رکھ کے لائٹنگ مناسب نہیں ہے

یتیموں کا ہے مال سارے کا سارا
میاں شیخ کھیلنگ مناسب نہیں ہے

میرے دل کے ٹیشن میں آنا ہے آؤ
خالی سیلی شنٹنگ مناسب نہیں ہے

کہیں بسٹ ہو جائے نہ دل کا پہیہ
شرارت سے پمپنگ مناسب نہیں ہے

خود ہی مار لو جتنے جی چاہے جوتے
رقیبوں سے آئیلنگ مناسب نہیں ہے

پیو شوق سے جتنی جی چاہے لیکن
گڑھے میں غوطنگ مناسب نہیں ہے

کرو فیصلہ اپنے پاگل کا جھٹ پٹ
محبت میں پینڈنگ مناسب نہیں ہے

جوں کرتے ہیں لوٹن کبوتر غٹر غوں
یوں کرتی ہے بیگم بھی دن بھر غٹر غوں
گرانی نے ایسا بجایا ہے ڈنکہ
ہے چھوٹے بڑے کے لبوں پر غٹر غوں
نظر دن کو آئیں جو مرغی کا چوزہ
وہ راتوں کو کرتے ہیں پی کر غٹر غوں
جہیز میں اگر ایک چمچہ بھی کم ہو
تو کرتے ہیں دولہا کے فادر غٹر غوں
غرض مند بکرا جو آفس کو پہنچا
تو کرتا ہے دفتر کا دفتر غٹر غوں
دکھائیں نہ پکچر اگر دولہے بھائی
تو بی آپا کرتی ہے شب بھر غٹر غوں
سبھا کا جو اجلاس ہوتا ہے چالو
تو کرتے ہیں آپس میں ممبر غٹر غوں
نہیں کوئی بھی سننے والا مگر ہم
کئے جا رہے ہیں برابر غٹر غوں
عجب دور ہے اب تو کرتے ہیں پاگل
ہم ہی سے ہمارے کبوتر غٹر غوں

کھیلوں میں ایک ایسا بھی کھیلا دکھائی دے
مرغی کے بدلے انڈوں پہ مرغا دکھائی دے

کس کس ادا پہ آپ کی قربان جائیے
ابرو کٹار، آنکھ طمنچہ دکھائی دے

بیگم کی گود میں مجھے ہر سال اک نہ اک
منّی دکھائی دے کبھی منّا دکھائی دے

آنکھوں کا ڈاکٹر بھی پریشاں ہے آج کل
گھوڑی تھی کل جو آج وہ گھوڑا دکھائی دے

جو تیس مار خان ہے دادا ہے شہر کا
وہ بھی تو گھر میں جورو سے ڈرتا دکھائی دے

ہڈی کا کچھ اتہ ہے نہ بوٹی کا کچھ پتہ
مشقاب میں تو خشکہ ہی خشکہ دکھائی دے

دیکھو تو پیٹ جیبر کے نام الف ہیں سے
ایسا بھی بانجھ آدمی بنتا دکھائی دے

بش کوٹ تو بلاؤز کے سانچے میں ڈھل گیا
پتلون دیکھئے تو غرارہ دکھائی دے

سر دس کے انتظار میں پاگل کا ہو پڑا
گٹھلی بغیر آم کا چھلکا دکھائی دے
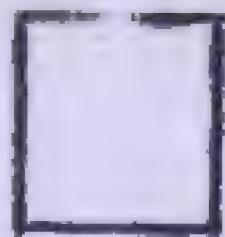
ٹوٹی نہیں ملتی کہ مجھے سوئی نہیں ملتی
لنگی تو بڑی بات ہے لنگوٹی نہیں ملتی

برسوں سے تمنّا ہے کہیں آنکھ لڑاؤں
لیکن مجھے مرغی کوئی موٹی نہیں ملتی

رکھتے ہو میرے سامنے ہر وقت بگھار!
بازار میں کیا آپ کو بوٹی نہیں ملتی

اک وہ ہیں انہیں نوٹ بھی مل جاتے ہیں اصلی
اک میں ہوں جو نقلی مجھے کھوٹی نہیں ملتی

بھولے سے سویرے جو تیری دیکھ لے صورت
کہتے ہیں کہ دن بھر اسے روٹی نہیں ملتی

زلفوں کو بڑھانے کی ہوا جب سے چلی ہے
جوڑا نہیں ملتا کہیں چوٹی نہیں ملتی

دل ٹانگ کے رکھنے کا ارادہ تو ہے لیکن
کمرے میں مگر یار کے کھونٹی نہیں ملتی

یہ بلدیہ کچھ نل تو لگا دیتی ہے پاگل
ہاں ان میں لگانے کو اسے ٹونٹی نہیں ملتی

اہلِ خرد ملے نہ تو اہلِ نظر ملے
انگوٹھے چھاپ مجھ کو کئی راہ بر ملے

پالونگا شوق سے اسے دانہ کھلاؤنگا
موٹی سی مرغی مجھ کو کہیں سے اگر ملے

ہر روز، روزِ عید ہو ہر شب، شب برات
ہم کو نصیب ہے جو خسر اہلِ زر ملے

اے "تاج" میں بھی قبر پہ تیری بناؤنگا
انعام لاٹری کا مقدر سے گر ملے

کھانے کے توشہ دان میرا صاف کر گئے
کیا پُر خلوص مجھ کو مرے ہم سفر ملے

نکلے تھے گھر سے جو سرِ مغرب نماز کو
وہ سینما کی کیو میں کھڑے جلوہ گر ملے

سر کو پکڑ کے روئے وہ اپنے نصیب کو
معشوق آپکی طرح چالو اگر ملے

ٹپکے کھجور میں جو گرے آسمان سے
ہاتھوں میں لیکے جھاڑو جو انکی مدر ملے

احمد شریف سے مجھے پاگل بنا کے وہ
جب بھی ملے جہاں بھی ملے جھینپ کر ملے

ہو چکی ہے جو کسی اور سے نسبت اُنکی
کیا کروں دیکھ کے پھر موہنی صورت اُنکی
چور بازاری میں چلتی ہے حکومت انکی
ہے پولس میں بھی اسی واسطے عزت انکی
خود کو بیگم بھی سمجھتی ہے وزیر اعظم
گھر میں شوہر پہ جو چلتی ہے حکومت اُنکی
زندگی میں مری مر جائیں گے جو میرے رقیب
اپنے خرچے سے بناؤں گا میں تربت انکی
چن لیا ہے مجھے داماد بنانے کیلئے
بھول سکتا ہنیں میں نظر عنایت انکی
بال ہپّی کی طرح سر پہ رکھے پھرتے ہیں
جی میں آتا ہے کہ بنوا دوں حجامت انکی
چہرے پہ برستی ہے غریبی لیکن
پیسے والوں سے بھی بڑھ کر ہے نزاکت انکی
ان کو "فارغ" ہوئے گھنٹہ بھی نہ گذرا یارو
پھر سنا ہے کہ ہے "ناساز" طبیعت انکی
بعد مرنے کے بھرم ان کا کھلے گا پاگلؔ
جبکہ چندے سے اٹھیگی یہاں میّت انکی

لگانے پھر مجھے چکلے میری تلاش میں ہیں
میں ایک دیگ ہوں چمچے میری تلاش میں ہیں
وصول کرنے بقایا اُدھار کھالوں کا
تمام شہر کے بنئے میری تلاش میں ہیں
میں جن کے واسطے جوتے چرا کے جیل گیا
وہ لیکے ہاتھ میں جوتے میری تلاش میں ہیں
کھجائی ناک جو اک بار بھول کر میں نے
سنا ہے سر پھرے نکٹے میری تلاش میں ہیں
دیا ہے نام کفن چور تم نے جب سے مجھے
پرانی قبروں کے مردے میری تلاش میں ہیں
ملا ہے نسخہ "جوانی پلٹ" کا جب سے مجھے
تمام شہر کے بڈھے میری تلاش میں ہیں
میں مرغیوں کی صدارت سے جب نوازا گیا
رقیبِ جان کے مرغے میری تلاش میں ہیں
میری تلاش میں پولس کا محکمہ ہی نہیں
کہ جوہڑ دو نیچے بھی میری تلاش میں ہیں
سنائی میں نے ترنم سے جو غزل پیا گل
تمہارے شہر کے دھیڑے میری تلاش میں ہیں

ممی کی زباں اور ہے ڈیڈی کی زباں اور
پھر کیوں نہ ہو اولاد کا اندازِ بیاں اور

اُس انجمنِ ناز کا اب ہے یہی دھندا
سنتا ہے یہاں اور لگاتا ہے وہاں اور

یارب میری باڑوں میں اثر کیوں نہیں ہوتا
بازار سے کیا لاؤں میں چمڑے کی زباں اور

اللہ رے نیرنگیٔ فیشن کے نظارے
مجنوں پہ گذر جائے ہے لیلیٰ کا گماں اور

ان کی رگوں میں جب سے بلڈ بنک کا خوں ہے
باطن میں نہاں اور ہے ظاہر سے عیاں اور

بن جائیگا جب کام تو ہو جائیں گے چمپت
ڈھونڈے سے نہ پاؤ گے کہیں ان کا نشاں اور

زیور بھی بکے گھر بھی رہن ہو گیا میرا
اب ڈھونڈتے پھرتے ہیں وہ چکنا سا مکاں اور

چھیڑوں جو کوئی بات تو ہو جاتے ہیں انجان
یا گل میں رہوں چپ تو وہ کرتے ہیں گماں اور

وہ جن کو دیکھتے ہی رُوح کانپے اور دم نکلے
مقدر دیکھئے میرا وہی میرے صنم نکلے
مجھے یہ فکر کھاتی ہے کہ بچے بڑھتے جاتے ہیں
انہیں یہ غم ستاتا ہے بہت ارمان کم نکلے
محبت میں نہیں ہے فرق گورے اور کالے کا
مگر یہ شرط لازم ہے کہ وہ ثابت قدم نکلے
دیئے ہیں سینکڑوں جھانسے بنایا ہے مجھے الو
اگر جیجک اسے نکلے تو میرے دِل سے غم نکلے
در و دیوار کی ساری نحوست ہو گئی رخصت
جونہی کمرے سے میرے آپکے دونوں قدم نکلے
مرادیں ہو گئیں پوری تمنا ایک باقی ہے
خدا نخواستہ تجھ سے جو شادی ہو تو دم نکلے
سمجھ کر باپ کی کھیتی پڑے تھے ہم تو محفل میں
پکڑ کر ساقی نے گردن ڈھکیلا جب تو ہم نکلے
نگاہوں میں حیا تھی اور حسیں مسکان ہونٹوں پر
تھے اوپر سے فرشتہ خو مگر اندر سے بم نکلے
توقع اٹھ گئی تیا گُل غزل کے داد لینے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ جاہلِ مطلق صنم نکلے

ایسا مجھ کو پچھاڑا گیا
میرا حلیہ بگاڑا گیا
ان کی پوری وصیت ہوئی
سیدھی خانے میں گاڑا گیا
جو کفن چور تھے خوش ہوئے
جب کفن میرا پھاڑا گیا
میرا ہلنا بھی ممکن نہ تھا
جڑ سے جبڑا اکھاڑا گیا
ان کی خاطر تواضع میں سب
مرغیوں کا کھڑا اڑا گیا
عقد اُن سے پڑھا کے مرا
سارا کنبہ اجاڑا گیا
دل گیا اس طرح بھاڑ میں
جیسے نیفے میں ناڑا گیا
مر گیا جب تو کہنے لگے
کتنا کنولا یہ باڑا گیا
ایسا لگتا ہے پاگل کا گھر
اُلٹی جھاڑو سے جھاڑا گیا

تان کر سینہ جو ڈٹ جاتے تھے میدانوں میں
آج وہ مرد ہیں مدہوش شبستانوں میں
عورتوں میں ہے حیا نہ تو ہے مردانوں میں
حرکتیں آگئیں شیطان کی انسانوں میں
کیا پتہ آپ کی سینڈل سے لپٹ جائے کوئی
آپ میکپ سے نہ آیا کریں دیوانوں میں
پی گیا ایک گھڑا ہوش مگر ہے باقی
گھول دے ساقیا گانجہ ذرا پیمانوں میں
شوق انگشت نمائی تو بہت ہے بچو!
تم نے جھانکا ہے کبھی اپنے گریبانوں میں
بن بلائے ہوئے وہ گھر میں ٹپک پڑتے ہیں
شرم کچھ بھی نہیں بیگم ترے مہمانوں میں
گالی گفتار کہیں ہی کہیں مارا ماری
ایک ہنگامہ بپا رہتا ہے میخانوں میں
جاگنے کا جنہیں دعویٰ تھا شب فرقت میں
سو گئے اوڑھ کے چادر وہ شبستانوں میں
جبکہ پیدا ہوا یا گلؔ تو جناب عالی
کھلبلی مچ گئی چھوٹے بڑے شیطانوں میں

ہے مونچھ بھی اور چال بھی مستانہ نہیں ہے
صورت سے مگر دوست تو مردانہ نہیں ہے
وہ سیر اگر ہے تو سوا سیر ہوں میں بھی
دادا نے ابھی شہر کے پہچانا نہیں ہے
دو سال رہے گھر میں کیا خالی یہ کہہ کر
سنتے ہیں کہ اس گھر میں غسلخانہ نہیں ہے
گر شور مچائے گا تو ہو جائیگا "اندر"
یہ اُن کا ہے کوچہ ترامیخانہ نہیں ہے
بادا ہے اگر نور تو بیٹے ہیں اعلیٰ نورؒ
بیٹوں سے بڑا باپ کا افسانہ نہیں ہے
دیوانہ سمجھتے ہیں سبھی شیخ گھسڑو کو
استادوں کا استاد ہے دیوانہ نہیں ہے
روٹی کے لئے ہے کہیں کپڑوں کے لئے ہے
وہ کون سا گھر ہے جہاں دھنگانہ نہیں ہے
کانوں سے گھسے گی تو اتر جائے گی دل میں
پاگلؔ کی غزل ہے کوئی تندانہ نہیں ہے

دل اپنا مبتلائے نحوست تو کیجیے

ہم پاگلوں سے آپ محبت تو کیجیے
آیا ہوں صبح اٹھتے ہی گھر پر جناب کے
اب ناشتے سے میری ضیافت تو کیجیے
مشہور ہوگا نام سیاست میں آپ کا
پبلی سٹی میں پیدا مہارت تو کیجیے
شاعر کے روپ میں کبھی لیڈر کے روپ میں
کوئی نہ کوئی آپ حماقت تو کیجیے
بنگلہ ملے گا، کار ملے گی انعام میں
کچھ روز قوم کی ذرا خدمت تو کیجیے
ہوگی رسائی آپ کی دیگوں کے پاس بھی
چمچہ گری میں پیدا مہارت تو کیجیے
سائن میں لوں گا پاس کی فائل پہ آپکی
کچھ کڑ کڑاتے نوٹ عنایت تو کیجیے
سر آپ کا میں گھوڑے کے رکھ دونگا ایک دن
پاگل سمجھ کے میری حجامت تو کیجیے

ڈبّوں کا دودھ پی کر بچّے جو پل رہے ہیں
وہ سب جوان ہو کر بڈّھے نکل رہے ہیں

تھالی کا بن کے بیگن نانا پھسل رہے ہیں
نانی کی سہیلیوں پر نیّت بدل رہے ہیں

مرغوں کی کچھ خطا ہے یا مرغیوں کی سوچو
تہذیبِ نو کے انڈے گندے نکل رہے ہیں

اِن ہپّیوں کو شاید یہ بھی خبر نہیں ہے
زلفوں کے گھونسلوں میں بلبل بھی پل رہے ہیں

تم شوق سے کراؤ فیملی پلان پھر بھی
مانند کھٹملوں کے بچّے ابل رہے ہیں

فتنہ گری میں باوا کچھ کم نہیں تھے لیکن
باوا سے بڑھ کے چالو بیٹے نکل رہے ہیں

اس دورِ ڈالڈا کا یہ بھی اثر ہے شاید
شیراں دبک رہے ہیں گیدڑ اچھل رہے ہیں

فیشن کی "ریس" میں اب لونڈوں کی بات چھوڑو
خرانٹ بڈّھے گھوڑے سرپٹ نکل رہے ہیں

پاگل تیری غزل کا الٹا اثر ہوا ہے
بہرے لپک رہے ہیں لنگڑے اچھل رہے ہیں

آج اپنا یہ حال ہے پیارے
دُم ہلانا محال ہے پیارے
لال لنگی میں لال بش کوٹ میں
لال خاں لال لال ہے، پیارے
بن چھری کے تو کاٹتا ہے جسے
کیا وہ مرغا حلال ہے پیارے
ناک تیری ارے سبحان اللہ
پوری رائفل کی نال ہے، پیارے
کتنی تگڑی ہے جوٹ سینڈل کی
کیا یہ باٹا کا مال ہے پیارے
سیدھی خانہ جہیز میں لکھوا لے
تیرا سسرا کلال ہے پیارے
تیری کمر میں اسپرنگ تو نہیں
کیا ٹھمکتی سی چال ہے پیارے
اس گرانی کے دور میں نچّے!
کٹھملوں کا ابال ہے پیارے
کچھ بھی کہیے اثر نہیں پاگل
خوب چکنی یہ کھال ہے پیارے

کچھ ایسے بھی اب جونیر دیکھتا ہوں
جنہیں باپ سے سینیر دیکھتا ہوں
لگے اب تو مرغے بھی کرنے غٹرغوں
ملاوٹ کا کیا کیا اثر دیکھتا ہوں
تسکر بٹ رہی ہے خیرات لوگو !
جو کیو میں کھڑا گھر کا گھر دیکھتا ہوں
کفن بھی لگے سلنے اب جھینٹ کے ہی
میں مردے بھی ٹکنی کلر دیکھتا ہوں
میرے نام جائیداد ساری جو لکھ دے
میں دل والا ایسا خسر دیکھتا ہوں
ذہن میں ابھرتا ہے کمرے کا نقشہ
ستمگر کی جب بھی کمر دیکھتا ہوں
ستم ہے کہ چوری کے ہر مال میں اب
میں پولس کو بھی پارٹنر دیکھتا ہوں
ہے کچھ تو تعلق تیرا افریقہ سے
جو ڈانبر سے کالا کلر دیکھتا ہوں
ٹرانسٹروں کے تصدق میں پاگل
شب ہجر کو مختصر دیکھتا ہوں

غصّے میں آ کے جب بھی تھپّڑ وہ مارتے ہیں
"لنکا" کا میرے منہ پر نقشہ اتارتے ہیں
کالا کلر ہے خود کو پھر بھی سنوارتے ہیں
گھِس گھِس کے روز صابن رنگت نکھارتے ہیں
راتوں کو نیند میں وہ جب بھی ڈکارتے ہیں
ڈر کر تمام بچے امّاں پکارتے ہیں
گاما وغیرہ اُن سے کشتی میں ہارتے ہیں
اکثر چچا ہمارے شیخی بگھارتے ہیں
راتوں کو جاگتے ہیں سینما میں ہوٹلوں میں
دن پورا دفتروں میں سو کر گذارتے ہیں
گذری ہے عمر ساری فرشِ زمیں پہ انکی
اب جو ملی ہے کرسی ٹانگیں پسارتے ہیں
باوا کا قرض پہلے بیٹے اتارتے تھے
بیٹوں کا قرض اب تو باوا اتارتے ہیں
دعوٰی تو دوستی کا کرتے ہیں یار پھر بھی
ہر کام میں برابر پھنڈی بھی مارتے ہیں
چوری کی مرغیوں کو کرنے حلال پاگل
وہ میرے نام کا اب صدقہ اتارتے ہیں

بارہ بچوں کا اگر گھر میں نہ کوٹہ ہوتا
وقت سے پہلے کبھی باپ نہ بوڑھا ہوتا
عشق بازی کا میری اور ہی نقشہ ہوتا
بیچ میں گر یہ ترا باپ نہ ٹپکا ہوتا!
وقت کو دیکھ کے مطلع کو سمجھتے مقطع
اُن کے ہاتھوں میں اگر جھاڑو کا کٹہ ہوتا
بھول کر بھی نہ کسی دوست کو دیتے قرضہ
کھوپڑی میں جو ذرا آپ کی بھیجہ ہوتا
جونیر لاکھ سہی میں بھی ترقی پاتا
کسی لیڈر کا اگر میں بھی بھتیجہ ہوتا
کم سے کم بجلی کے بِل کی ہی بچت تو ہوتی
اُن کے آنے سے اگر گھر میں اُجالا ہوتا
میری بیگم کا تقرر جو نہ ہوتا یارو
نہ یہ ہڑبونگ ہی ہوتی نہ یہ جھگڑا ہوتا
آپ تو مر گئے جائداد لٹا کر ساری
بیوی بچوں کے تعلق سے تو سوچا ہوتا
جب بھی چھپتا کبھی دیوان تمہارا پاگل
ہے یقیں ہم کو وہ چوں چوں کا مربہ ہوتا

دنگل میں الیکشن کے پہلوان بہت ہیں
ووٹر مرے حلقے کے ہراسان بہت ہیں
ہر درد کی ملتی ہے دوا جن کے مطب میں
بیٹھے ہوئے سڑکوں پہ وہ لقمان بہت ہیں
کچھ قرض دلا دے مجھے تو کر کے سفارش
سنتا ہوں پتا جی ترے دھنوان بہت ہیں
فیشن کو دعا دو کہ محض اس کی بدولت
عشاق کی تسکین کے سامان بہت ہیں
کیوں کر نہ تر و تازہ ہوں نیتا یہ ہمارے
کھانے کیلئے قوم کے پکوان بہت ہیں
بہہ جائے نہ تنکے کی طرح گھر یہ ہمارا
بڑھتی ہوئی آبادی کے طوفان بہت ہیں
"لو" کر کے پھنسے لوگ جو "میرج" کی بلائیں
آسودہ ہیں تھوڑے تو پریشان بہت ہیں
کچھ بگلا بھگت دیش کے نیتاؤں سے پاگل
اس دیش میں پھیلے ہوئے بحران بہت ہیں

نہ ترقی کھاد کی ہے اور نہ ہے فولاد کی
ہے ترقی دیش میں افلاس کی اولاد کی

عاشقی کے درس سارے پی گیا ہوں گھول کر
کیا حقیقت میرے آگے قیس کی فرہاد کی

کون تجھ پر جان دیگا ماسوا میرے بتا
بھوت کا حلیہ ترا صورت تری جلاد کی

بن سنور کر ایک بڑھیا گھر سے نکلی اسطرح
لوگ سمجھے حور کوئی آگئی بغداد کی

چوس کر میرا لہو وہ ہڈیاں تک کھا گئے
خود بنے "دم پوٹلہ" مٹی میری برباد کی

دل کو چھوٹا مت کرو تم اے اسیرانِ قفس
چھوڑ دیگا گرم کر دو جیب گر صیاد کی

چھوڑ کر بیٹی کو میری ہوگیا وہ لاپتہ
کیا کروں تعریف ایسے نمبری داماد کی

لے کے ڈگری آگیا ہے گھر پہ آخر ساہوکار
پاؤں پکڑا، رویا دھویا بارہا فریاد کی

شاعروں کی قدر یاگل وہ کریگا کسطرح
قدر جس نے کی نہیں خود اپنے بھی اجداد کی

سپنے کے جھاڑ پہ مجھ کو چڑھا کے چھوڑے نا
یتیم خانے کا منشی بنا کے چھوڑے نا
اِس اہتمام سے سیندھی پلا کے چھوڑے نا
تمام رات سڑک پہ سُلا کے چھوڑے نا
کچھ اس طرح سے وہ ڈھینڈورے بجا کے چھوڑے نا
قبر میں سوئے سُو مُردے جگا کے چھوڑے نا
جو عمر بھر مجھے جھیلتے رہے رہکے احباب سے
پڑا جو وقت تو بغلاں بجا کے چھوڑے نا
بھُلا کے دل سے سبق فیملی پلاننگ کا
قطار بچوں کی لمبی لگا کے چھوڑے نا!
بچی تھی دمنٹری جو اپنے باپ دادا کی
اُسے بھی رَتی میں چکلے لگا کے چھوڑے نا
نہیں ہیں کم کسی گاما سے دیش کے لیڈر
اسمبلی کو بھی دنگل بنا کے چھوڑے نا
بڑے میاں بھی بڑی بی کی آکے باڑوں میں
جو خشخشی تھی اسے بھی منڈا کے چھوڑے نا
چڑھی دماغ میں سنکی تو اپنے سیا گل کو
جمال گوٹے کا شربت پلا کے چھوڑے نا
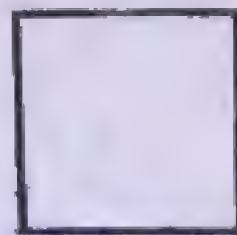
فیشن کی ہوا شیخ ، چلی ہے کہ نہیں ہے
بچّا تیری اولاد بنی ہے کہ نہیں ہے
ڈیڈی ترا مشہور ہے بھر بار کا کندہ
ممّی بھی تھری ناٹ تھری ہے کہ نہیں ہے
کرتہ نہیں شیروانیں گر اُن کی تو کیا غم
خالو کی مگر مونچھ تنی ہے کہ نہیں ہے
جس دن سے میرا عقد ہوا تم ہی بتاؤ
تالو میری فٹ بال بنی ہے کہ نہیں ہے
توبہ تو میں کر لونگا مگر شیخ بتا دے
گا بجہ تیری جنت میں فری ہے کہ نہیں ہے
داڑھی کی صفائی سے جو ہیرو ہے نانا
نانی کو پریشانی لگی ہے کہ نہیں ہے
پنکچر کا کوئی خوف نہ پٹرول کی چنتا
موٹر سے تیری بنڈی بھلی ہے کہ نہیں ہے
کھاؤنگا بڑے شوق سے پر اتنا بتا دے
پ چپل یہ تیری کا نپوری ہے کہ نہیں ہے
مانا کہ بڑی بور ہے بکواس ہے پاگل
پھر بھی یہ غزل خوب چلی ہے کہ نہیں ہے

چھپا کر سب کی نظریں گھر کا ساماں پار کرتے ہیں
میرے فرزندیوں جینا مرا دشوار کرتے ہیں
جو اُن سے دل لگاتے ہیں سنا ہے لوگ وہ اکثر
خود اپنے واسطے اک مقبرہ تیار کرتے ہیں
نکل جاتے ہیں وحشت میں کبھی ہم جانبِ جنگل
کبھی ہم سینما میں انتظارِ یار کرتے ہیں
اٹھاتے ہیں بٹھاتے ہیں ڈرل مجھ کو کراتے ہیں
بڑے نخرے شب وعدہ مرے دلدار کرتے ہیں
خوشی کی بات ہو کوئی یا کوئی غم کا موقع ہو!
وہ لے کر ہاتھ میں جھاڑو سدا تکرار کرتے ہیں
یہ ان کی دل لگی دیکھو ادائے بے نیازی سے
بناتے ہیں مجھے بکرا مرا بیوپار کرتے ہیں
نہ وہ گھر کا ہی رہتا ہے نہ آخر گھاٹ کا یارو
عنایت کی نظر جس پر مرے سرکار کرتے ہیں
بسا دُ گھر رقیبِ رُوسیاہ کا شوق سے لیکن
ہمیں بھی یاد رکھنا ہم بھی تم کو پیار کرتے ہیں
جوانی تو گذاری چار سو بیسی میں اے پاگل
بڑھاپے میں وہ جنت فقط ہموار کرتے ہیں

پھول شبنم نہ پٹاخہ ہے تمھیں کیا معلوم
گلبدن "ریل کا ڈبہ" ہے تمھیں کیا معلوم

باپ دادا کا یہ ورثہ ہے تمھیں کیا معلوم
ہاتھ میں اُن کے جو گانجہ ہے تمھیں کیا معلوم

صرف دریا ہی میں ہوتا نہیں مچھلی کا شکار
نل کی ٹونٹی میں بھی ہوتا ہے تمھیں کیا معلوم

جس کو سمجھے تھے تھری ناٹ تھری کی نالی
وہ تو بھر مار کا گوٹہ ہے تمھیں کیا معلوم

تھوک پالش نے بھرم رکھ لیا ورنہ وہ تو
اِک سکنڈ ہینڈ گھٹا رہے ہے تمھیں کیا معلوم

تم جسے مونچھ سمجھتے ہو جواں مردوں کی
وہ تو کوتھمیر کا گٹا ہے تمھیں کیا معلوم

چھاپ کر خوش ہیں وہ ہر سال کیلنڈر تازہ
یہ بھی نانا کا ہی گردہ ہے تمھیں کیا معلوم

جس کو سمجھتے تھے مؤنث وہ مذکر نکلا
جنس بدلی کا یہ گھپلا ہے تمھیں کیا معلوم

کھال پاگل کی چلو جل کے اتاریں یارو
یہ بھی قربانی کا بکرا ہے تمھیں کیا معلوم

باوا کو دیکھئے تو کمانے کا شوق ہے
بیٹے کو تین پتے گھمانے کا شوق ہے
ہوٹل میں پیالیاں جو اٹھاتے ہیں رات دن
ان کو جہیز میں ریڈیو پانے کا شوق ہے
صاحب تو خیر باس ہیں چپراسیوں کو بھی
دورے میں جاکے عیش منانے کا شوق ہے
ایسے بھی آج کل کئی ہوتے ہیں دوستو
تیتر بٹیر جن کو لڑانے کا شوق ہے
بوڑھوں کو اپنے عہدِ جوانی کی داستاں
داڑھی کھجا کھجا کے سنانے کا شوق ہے
مچھر تلک نہ جن کے ڈرانے سے ڈر سکیں
ان کو بھی دوسروں کو ڈرانے کا شوق ہے
شعر و ادب کی بزم ہو یا محفلِ سماع
کچھ سرپھروں کو شور مچانے کا شوق ہے
دانتوں کا کچھ اتہ پتہ نہ آنتوں کا کچھ پتہ
پھر بھی چچا کو "لوما" لگانے کا شوق ہے
پینے کا شوق ہے نہ جوے کا نہ ریس کا
پاگل کو صرف شعر سنانے کا شوق ہے

شوق رمی کا گر نہیں ہوتا
یوں تباہ اپنا گھر نہیں ہوتا
کم یہ دردِ جگر نہیں ہوتا
آپریشن اگر نہیں ہوتا
جو کہ مانگے حساب بزنس کا
وہ مرا پارٹنر نہیں ہوتا
یہ کرشمہ ہے باس کا ورنہ
جونیئر، سینئر نہیں ہوتا
آہیں بھرتا ہوں چیخ کر پھر بھی
وہ ہے بہرا اثر نہیں ہوتا
ان کا میک اپ تو خوب ہے لیکن
حسن ٹیکنی کلر نہیں ہوتا
دوستو میں بھی چلتا لکچر کو
کاش جوڑوں کا ڈر نہیں ہوتا
منہ وہ دھوتے ہیں روز صابن سے
رنگ گورا مگر نہیں ہوتا
لوگ کہتے ہیں تیرے پاگل پر
گالیوں کا اثر نہیں ہوتا

جو بات کرتے ہیں اوروں کو ہنسانے کی
نکالو راہ انہیں آدمی بنانے کی

ہے شوق پان کا چائے کا اور نہ سگرٹ کا
طلب ہے ان کو فقط چھالیہ چبانے کی

کچھ اس طرح سے صفاچٹ ہوئی میری تالو
رہی نہ فکر حجامت مجھے بنانے کی

لگی ہے آج فلم دیکھنے کو جو بیگم
اسی لئے مجھے فرصت ہے گنگنانے کی

کسی سے آنکھ سر رہ گذر لڑا کر وہ
نکلے ہیں پینے چکی کو جیل خانے کی

تمام عمر بجاؤں میں چین کی بنسی
ملے جو بیوی کسی لکھ پتی گھرانے کی

کہیں ہے بند، گھیراؤ کہیں ہیں ہڑتالیں
ہے احتجاج میں ڈوبی فضا زمانے کی

جو کہہ رہے ہیں غریبی ہٹائیں گے یارو
ہوا ہیں ان کو تو عادت ہے لٹھ گھمانے کی

پٹا نہ چھوڑتے ڈرتے تھے لوگ جو پاگل
ملی ہے نوکری اب اُن کو توپ خانے کی
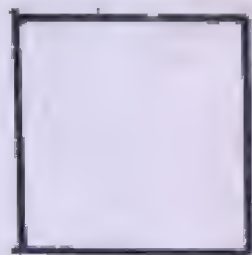
بونگی میرے پیچھے ہے تو دھیڑا مرے آگے
عاشق کا نکلتا ہے جنازہ مرے آگے
آتا ہے نظر یہ بھی تماشہ مرے آگے
پکڑے ہے گلا باپ کا بیٹا مرے آگے
قوالی کی محفل ہو کہ ہو محفلِ جاناں
چندے کا دکھا جاتا ہے ڈبہ مرے آگے
چھلنے کی ہے ہڑبونگ تو چھٹی کی ہے گڑبڑ
چلتا ہے شب و روز یہ چرخا مرے آگے
سڑکوں پہ نظر آتے ہیں ایسے بھی تماشے
مجنوں کو تھپک دیتی ہے لیلیٰ مرے آگے
سسرال ہے میری کہ یتیموں کا ادارہ
سالا مرے پیچھے ہے نہ سسرا مرے آگے
میں کھا کے کڑی لوٹنے والا تو نہیں ہوں
بہتر ہے کہ رکھ دیجئے مرغا مرے آگے
کالج میں مرے نام کے اب بجتے ہیں ڈنکے
ٹیچر بھی ہلا لیتے ہیں چمچہ مرے آگے
پاگل کا زمانے نے لہو چوس لیا ہے
ورنہ وہ تھا قربانی کا بکرا مرے آگے

وہ ہم کو دیکھ کے یوں ناک بھنوں چڑھاتے ہیں
کہ جیسے بھائی کا کچھ ہم ادھار کھاتے ہیں
وفورِ شوق میں جوتے ہزار کھائے ہیں
پھر اس کے بعد لقب بے حیا کا پائے ہیں
اڑا کے مرغِ مسلّم، تلی ہوئی مچھلی!
وہ اپنا پیٹ نقارہ بنا کے آئے ہیں
اُدھار کھا کے جو دنیا سے ہو گئے رخصت
کفن بھی لوگ ہمارا اُدھار لائے ہیں
بُلا کے سامنے اکثر مرے رقیبوں کو
طرح طرح کے نئے چونچلے دکھائے ہیں
نماز پڑھنے لگے تھے بڑی عقیدت سے
چُرا کے جوتے بغل میں دبا کے لائے ہیں
پہن کے چھینٹ کا لنگوٹ اور بیل باٹم
عجیب شان سے وہ میرے گھر پہ آئے ہیں
تونگری میں پرائے بھی اپنے ماموں تھے
ہے آج کڑکی تو ماموں بھی خود پرائے ہیں
کرایا اس نے تعارف یہ کہہ کے پاگل کا
ہم اپنے واسطے تازہ شکار لائے ہیں

منڈلا رہا ہے کیوں اے ستمگر اِدھر اُدھر
گردن پہ میری پھیر دے خنجر اِدھر اُدھر
تھانے، عدالتیں تو کبھی جیل دوستو
ہم کو گھما رہا ہے مقدّر اِدھر اُدھر
اے گردشِ زمانہ ترا ستیاناس ہو
پھرتے ہیں مارے مارے سخنور اِدھر اُدھر
لیلیٰ کو گر بخار تو مجنوں کو اختلاج
دونوں طرف ہے آگ برابر اِدھر اُدھر
اے دوستو! تمہاری حجامت کا شکریہ
تم سے ہی میرا بھالنہ ہے اندر اِدھر اُدھر
خلوت میں جو نہ دیکھ سکی آپ کی نظر
سڑکوں پہ دیکھ لیجیے منظر اِدھر اُدھر
رو رو کے تیری یاد میں اے جانِ انتظار
آنسو بہا دیا ہوں میں من بھر اِدھر اُدھر
مانا کہ آپ اہل ہیں خوش بخت تو نہیں
کینے لگے گا آپ کا نمبر اِدھر اُدھر
پاگل کی بات کا نہ کرو اعتبار تم!
بکتا ہے وہ جنون میں اکثر اِدھر اُدھر

کیا دوں انہیں دل دان ابھی زیرِ غور ہے
لوٹا یا پاندان ابھی زیرِ غور ہے

سٹے میں کب کی بک چکی ان کی دکان مگر
بیچیں گے کب مکان ابھی زیرِ غور ہے

اُن کے سبھی پلان ہوئے خیر سے تمام
اپنا ہر ایک پلان ابھی زیرِ غور ہے

نانا کو عقدِ ثانی کی سوجھی تو ہے مگر
بوڑھی ہو یا جوان ابھی زیرِ غور ہے

ممتاز، ہیما مالنی، ڈمپل کپاڈیہ
کس پر لٹاؤں جان ابھی زیرِ غور ہے

مسئلہ بنی ہوئی ہے کمر تیری آج تک
کمرہ ہے یا مکان ابھی زیرِ غور ہے

مرشد کا پیٹ سیٹھ کا گودام بن گیا
مرغے کی ایک ران ابھی زیرِ غور ہے

کیا لکھ پتی کروڑ پتی کا بنوں داماد
کس کی بڑھاؤں شان ابھی زیرِ غور ہے

پاگل کے ترنم سے اُڑے ہوش گدھوں کے
یہ کون سی ہے تان ابھی زیرِ غور ہے

نہ سہی صبح مگر شام تو آیا ہوتا
کسی صورت وہ بہ ہر دام تو آیا ہوتا

خوبصورت سی کسی نرس کی لگتی ڈیوٹی
دلِ بیمار کو آرام تو آیا ہوتا !

کاش چھٹی کی ہی مل جاتی کہیں سے دعوت
بھر کے میں پیٹ کا گودام تو آیا ہوتا

بُو پسینے کی مہکتی ہے بدن سے اسکے
کر کے محفل میں وہ حمام تو آیا ہوتا

یوں تو سالے ہیں کئی میرے مگر لڑکی میں
ایک سالا ہی میرے کام تو آیا ہوتا

ہالی وُڈ جا کے وہ آیا ہے مگر میرے لئے
لے کے کچھ طوطا پری آم تو آیا ہوتا

میں رچا لیتا بیاہ شوق سے دُوجا لیکن
لکھ پتی لڑکی کا پیغام تو آیا ہوتا

اپنے باوا کی طرح آپ جو پیتے سندھی
رُوحِ مرحوم کو آرام تو آیا ہوتا

ڈپلی کیٹ تاج محل میں کبھی بنتا پاگل
لاٹری کا کوئی انعام تو آیا ہوتا

حالت ہر ایک شخص کی پتلی ہے آج کل

لیڈر کی بھی کھوپڑی گنجی ہے آج کل

اُس کی ہی دال ہر جگہ گلتی ہے آجکل

پاکٹ میں جس کے تھوڑی سی نقدی ہے آجکل

مانند کھٹملوں کے اُبلنے لگے لیڈر

زرخیز کتنی دیش کی مٹی ہے آجکل

اب ایکتا کا دیش میں منہ بولتا ثبوت

سچ پوچھیے تو سیندھی کی بھٹی ہے آجکل

خود کو سمجھ رہا ہے وہ یوسف کا جانشیں

جس کی بھی چمڑی اک ذرا اجلی ہے آجکل

چوروں کے ہاتھ میں ہے خزانوں کی چابیاں

ہر بات اپنی دوستو الٹی ہے آجکل

حد ہو گئی ہے اب تو ملاوٹ کی دوستو

جنسِ وفا بھی دیکھیے نقلی ہے آجکل

اسنو کے لطف سے کبھی پوڈر کے فیض سے

ٹکنی کلر حسینوں کی بیوٹی ہے آجکل

پاگل سے چھیڑ خانی خدارا نہ کیجئے

سنتے ہیں اس کی کھوپڑی الٹی ہے آجکل

کاش وہ زن مرید ہو جائے
اس کی مٹی پلید ہو جائے
صبح دم دیکھ لوں اگر اُن کو
میری آنکھوں کی عید ہو جائے
گاہے گاہے یہ دل میں آتا ہے
بن کے بوکرا شہید ہو جائے
جس نے تڑوا دیا میری منگنی
وہ جہنم رسید ہو جائے
آزما کر تو دیکھئے شاید
لات کھانا مفید ہو جائے
پیش خدمت کرو اگر تحفے
نا امیدی اُمید ہو جائے
بات ایمان کی اگر بولو
سر پہ ڈنڈا رسید ہو جائے
یہ تمنا ہے دل میں پاگل کے
چاند میں اب کے عید ہو جائے

عزت کا مجھے پاس نہ ہے ان کو حیا یاد
دونوں کو رہا کچھ بھی نہ فیشن کے سوا یاد
ماں باپ، بہن، بھائی نہ ہے کوئی سگا یاد
اُن کو نہیں اب کوئی بھی سالوں کے سوا یاد
آیا نہ جوانی میں جنہیں نامِ خُدا یاد
کرتے ہیں بڑھاپے میں خدا کو وہ سدا یاد
میں دیکھ لیا کرتا ہوں پکچر کوئی جا کر
آتے ہیں مجھے جب بھی ترے ناز و ادا یاد
مولانا بنے پھرتے ہیں، کرتے ہیں وہ چھوچھا
سورۃ ہے کوئی یاد نہ ہے کوئی دُعا یاد
کیا جانیے کیا ہو گیا لیڈر کی سمجھ کو
کرسی کے سوا اور نہ کچھ اُس کو رہا یاد
ڈھونڈوں میں کہاں جا کے انہیں شہر میں یارو
نہ اُن کا اتہ یاد ہے نہ ان کا پتہ یاد
پاگل میں ہوا ان کی محبت میں کچھ ایسا
کچھ بھی نہ رہا مجھ کو محبت کے سوا یاد
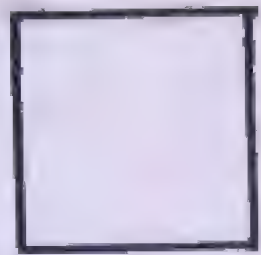
عُریانیِ تن دوستو فیشن تو نہیں ہے
عشاق کی تسکین کا کارن تو نہیں ہے

کیوں کل کے ملازم کو ملی آج ترقی ہے
لیڈر سے کسی اس کا کنکشن تو نہیں ہے

کیوں آج ٹرافک میں خلل ہو گیا پیدا
فسٹ پاتھ میں فرہاد کا منڈن تو نہیں ہے

کیوں آپ انا سنین کی کھانے لگی گولی
روداد محبت میری بھاشن تو نہیں ہے

ہر شئے میں ملاوٹ کا چلن عام ہوا ہے
آلو کو ذرا دیکھئے بیگن تو نہیں ہے

وہ پوچھتے ہیں اب مجھے کنگال بنا کے
گھر میں ترے باقی کوئی برتن تو نہیں ہے

کیا بات ہے دفتر کی ہر ایک سیٹ ہے خالی
کینٹین میں کہیں مفت کا بھوجن تو نہیں ہے

سرکاری دواخانوں میں نرسیں تو ہیں موجود
سرجن کا نہ ہونا کوئی کارن تو نہیں ہے

کیوں آپ مجھے شعر سنانے پہ تلے ہیں
یہ آپ کا پاگل کوئی دشمن تو نہیں ہے

اب کے پینڈنگ میں ہم رہ گئے
پی کے گلنجے کا دم رہ گئے
آدمی کم سے کم رہ گئے!
وہ بھی کھانے قسم رہ گئے
باقی سب غم ہوا ہو گئے
صرف جورو کے غم رہ گئے
غیر راکٹ میں جا بھی چکے
بیل گاڑی میں ہم رہ گئے
دھنیاں بیچ کر کھا گئے
خالی پیلی علم رہ گئے
چورا چکوں کی بھرمار ہے
سورما بے چارے کم رہ گئے
بیوی پکچر میں جا بھی چکی
شوہرِ محترم رہ گئے
سر چھپانے بھرے شہر میں
مسجد و آشرم رہ گئے
سب کو یاگل ملیں مرغیاں
دال کھانے کو ہم رہ گئے

چوہے سے مجھے شیر بنا کیوں نہیں دیتے
گانجہ ذرا سیندھی میں مِلا کیوں نہیں دیتے
سِگنل یہ جفاؤں کا گِرا کیوں نہیں دیتے
کشتی کو مری پار لگا کیوں نہیں دیتے
اعجازِ قیادت کا دکھا کیوں نہیں دیتے
سالوں کو کوئی سیٹ دِلا کیوں نہیں دیتے
اِک ایجی ٹیشن چالو کرا کیوں نہیں دیتے
اخباروں میں نام اپنا چھپا کیوں نہیں دیتے
ہیں آپ مری جان کے دشمن تو پھر اک دن
کیوں میں مجھے راشن کے گھسا کیوں نہیں دیتے
سر میرا اُڑ کھانا ہے اگر آپ کو مقصود
بھاشن کسی نیتا کا سُنا کیوں نہیں دیتے
چمچوں کو یہ حیرت ہے کہ لاکھوں کی یہ دولت
کھا پی کے میاں چِکلے لگا کیوں نہیں دیتے
تابع ہیں مؤکل جو تمہارے تو اے مرشد
چھو چھا سے مری بگڑی بنا کیوں نہیں دیتے
ہے آپ کا پاگل تو بڑا جاہلِ مطلق
آدابِ جنوں اس کو سکھا کیوں نہیں دیتے

ہے شریفوں کا زمانے میں پسارا آجکل
اوج پر ہے چمکتے ہیجوں کا ستارا آجکل

سولہ لڑکے لڑکیوں کو دیکھ کر میرے کہا
ہے "بنا کا گیت مالا" گھر تمہارا آجکل

دودھ گھی سے ہاتھ منہ دھوتے تھے کل تک رات دن
اُن کا اُبلے بینگنوں پر ہے گذارا آجکل

جان مانگو جان دے دیں گے تمہیں اب دوستو
قرض مت مانگو کبھی ہم سے خدارا آجکل

رہ گئیں جھلک دکھلا رتیں امیا لالی لینڈ گاڑیاں
پار ہے اِن سب سے اپنا ہی کھٹارا آجکل

کِس قدر مشہور ہم بھی ہو گئے ہیں دوستو
شہر کے تھانوں میں ہے فوٹو ہمارا آجکل

جس کی ٹھوکر میں تھے بحر و بر زمین و آسماں
کر رہا ہے تیتے چھٹی وہ بے چارا آجکل

کیوں نہ ہو ہر کام چوپٹ اب چمن کا دوستو
جب کہ گلشن پر ہے کوؤں کا اجارا آجکل

کون ہم کو پوچھتا ہے ہم ہیں پاگل دوستو
ہے گدھوں کا بزمِ جاناں پر اجارا آجکل

سودا کسی کے عشق کا جب سے کہ سر میں ہے
بمباٹ میرے نام کی سارے شہر میں ہے
اک بھاری تھوبڑا جو ہماری نظر میں ہے
نیا ہمارے پیام کی ہر دم بھنور میں ہے
دیکھو ! اے چارہ سازو ذرا چیر پھاڑ کے
اِک پھانس مدتوں سے ہمارے جگر میں ہے
کل کر رہی تھی مرغی تمہاری جو شوخیاں
مرغا مرا یقیں ہے تمہارے ہی گھر میں ہے
مسجد میں اب سکون سے کیسے پڑھوں نماز
جوتے تڑی نہ دیں کوئی ڈر یہ جگر میں ہے
چمچہ گری کے فن میں جو استاد بن گیا
دنیا تمام آج اسی کے اثر میں ہے
چوبیس گھنٹے مجھ کو پھراتا ہے ہوٹلیں
چلنے کا عادی کیڑا جو کہ میرے سر میں ہے
پاگل کا پگلاپن تو ذرا دیکھیے حضور
بچہ بغل میں اور ڈھنڈورا شہر میں ہے

دنگے و فسادات کے ہنگام بہت ہیں
کرنے کے لئے دیش میں شبھ کام بہت ہیں
بیوی کی غلامی نہ ہی بچوں کی سلامی
رہنے دو کنوارہ مجھے آرام بہت ہیں
اس دور میں مخصوص کوئی چیز نہیں ہے
جلوے بھی نگاہوں کے لئے عام بہت ہیں
کیوں کر نہ بڑھی توند ہو ان سیٹھوں کی آخر
ہر شہر میں پھیلے ہوئے گودام بہت ہیں
کھاتا ہوں صبح و شام غمِ یار میں دھکّے
حصّے میں مرے ہجر کے ایام بہت ہیں
ہیں قبر کے نزدیک مگر دیکھیئے ان کو
کہتے ہیں مرے دام میں گلفام بہت ہیں
روٹی کی ہے پروا نہ کمائی کی ہے چنتا
ان کے لئے تو جیل میں آرام بہت ہیں
بھارت میں اصولوں کا نہیں کوئی بھی لیڈر
بھارت میں آیا رام گیا رام بہت ہیں
ڈاکو کہیں مفلس کہیں بوگس کہیں پاگل
شاعر کے زمانے میں یہاں نام بہت ہیں

صفائی ہاتھ کی اپنی اگر دکھا دونگا
ذرا سی دیر میں اُلّو تمہیں بنا دونگا

ادھار گر نہ پلائے گا تو مجھے ساقی
شراب خانے میں ہڑتال میں کرا دونگا

نحیف جان کے مجھ کو ستا رہی ہے مگر
غمِ حیات کا میں تھوبڑا سُجھا دونگا

فراقِ یار میں نالے اگر بھروں گا کبھی
تمام اہلِ محلہ کو میں جگا دونگا

اگر حضور کی انگلی بھی مل گئی مجھکو
میں گھر کے سامنے تک آپکے ربکا دونگا

جینے کے جھاڑ پہ تم کو چڑھاؤنگا پہلے
پھر اس کے بعد گڑھے میں تمہیں گرا دونگا

کریں گے آپ جو ہوٹنگ تو دیکھئے مسٹر
میں اور ایک غزل آپکو سنا دونگا

چڑھی دماغ میں سنکی تو دیکھنا پاگل
میں ایک دھول میں تارے تمہیں دکھا دونگا

داغ چیچک کے زمانے سے چھپائے رکھیے
خود کو شہزادۂ گلفام بنائے رکھیے

دفتری کام سے دامن کو بچائے رکھیے
باس کو ہر گھڑی اب مسکہ لگائے رکھیے

قرض خواہوں سے ذرا خود کو بچائے رکھیے
پڑھ کے لاحول انہیں دور بھگائے رکھیے

ان کے دیدار کی خواہش تو ازراہِ کرم!
آپ ایڈوانس بکنگ اپنی کرائے رکھیے

پڑ نہ جائے کبھی تم کو بھی ضرورت اس کی
اک عدد بیل اٹم شیخ سلائے رکھیے

چشمِ بددور زمانے کی نظر نہ لگے
ریفریجیٹر میں ذرا منہ کو چھپائے رکھیے

معترض گر ہو پڑوسی تو کوئی بات نہیں
ریڈیو اپنا صبح و شام چلائے رکھیے

جو حسینہ نظر آئے اسے کہیے پرنام!
نام جھنڈے پہ ... اپنا چڑھائے رکھیے

تم کو جینا ہو اگر ٹھاٹ سے یا گل صاحب
دھاک سسرال پہ اب اپنی جمائے رکھیے

بحث آج کل اِک نئی چھڑ گئی ہے
کہ انڈا بڑا ہے یا مرغی بڑی ہے
سنا نیوز پیپر میں یہ بھی چھپی ہے
ہمالے کی چوٹی بھی گردی پڑی ہے
مرا باپ، جانے کی فرصت نہیں ہے
ہر ایک آدمی آج کتنا بزی ہے
ملاوٹ کی جو کھا رہی ہیں غذائیں
وہ اولاد دیکھو بڑی کنٹری ہے
بڑا تو بڑا دھار کاری ہے لیکن
یہ چھوٹے سے چھوٹا بھی دس نمبری ہے
سنا ہے گدھوں کو بھی پنشن ملی ہے
کہ سرکار نے بات یہ مان لی ہے
پڑیں سر یہ جوتے تو اترے گا خود ہی
بخارِ محبت یہ ٹمپرری ہے
بھلی بات پاگل سماتی نہیں ہے
تری کھوپڑی بھی عجب کھوپڑی ہے

گلبدن تو ہی بتا سر پہ بٹھاؤں کیسے
ڈیڑھ کنٹل ہے وزن تیرا اٹھاؤں کیسے
میکہ بیگم کو مرے یار بھجاؤں کیسے
ماہِ شعبان کو رمضان بناؤں کیسے
عقد میں دیر ہے کچھ دیر ٹھہر جا بھکڑ
دیگ پر سے ابھی ڈھکن کو ہٹاؤں کیسے
خود ہی آثارِ قدیمہ کا کھنڈر بن جائے
گولکنڈے کی تجھے سیر کراؤں کیسے
تیری اولاد کفن تک نہیں دیگی تجھ کو
میں کفن چور کفن تیرا چراؤں کیسے
ناچ آئے نہ جسے اور کہے آنگن ٹیڑھا
ایسی گھوڑی کو میں لے جا کے نچاؤں کیسے
آگئی رُت یہ الیکشن کی سہانی پھر سے
ووٹروں کو میرے پھر گول گھماؤں کیسے
اے صبا چھیڑ نہ کر ناپ لے رستہ اپنا
موڈ ہے آف غزل گا کے سناؤں کیسے
سن کے پیغام کہا باپ نے اسکے پاگل
چور شاعر کو میں داماد بناؤں کیسے

سیٹھوں کے پاس برتن گروی رکھا رہے ہیں
ہم اس طرح سے گھر کا خرچہ چلا رہے ہیں

کرنے کو کارِ قومی چندہ وصول کر کے
احباب کچھ ہمارے دھندا بنا رہے ہیں!

لڑکا ہو یا ہو لڑکی ہر سال میرے گھر میں
اولاد میری بن کر تشریف لا رہے ہیں

امی پلنگ پہ بیٹھی اخبار پڑھ رہی ہیں
کرسی پہ ابا بیٹھے منڈی ہلا رہے ہیں

بالوں کا ذکر کیا اب پلکیں ہوئی ہیں اجلی
نانا حضت، اگرچہ "لوما" لگا رہے ہیں

گھر بھی ہمارا یارو دفتر ہے بلدیہ کا!
کھانی کے مارے سگے تھو تھو دیا رہے ہیں

کتے تو بھونکتے تھے شاعر ہمیں سمجھ کر
اب تو بلاو ڑاں بھی آنکھیں دکھا رہے ہیں

داڑھی سے ان کی پاگل کھائیں نہ آپ دھوکہ
داڑھی کی آڑ میں وہ چکری چلا رہے ہیں
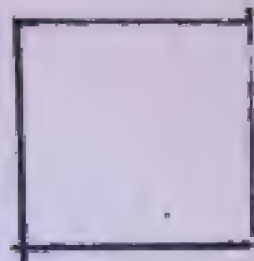
میکپ کا اہتمام ضروری نہیں ہے کچھ
ہر دم نئی لگام ضروری نہیں ہے کچھ
اسکول کھل گیا یہی کافی ہے گاؤں میں
ٹیچر کا انتظام ضروری نہیں ہے کچھ
مانا کہ شاندار ہے فصلیں اناج کی
گر جائیں ان کے دام ضروری نہیں ہے کچھ
خاطر براتیوں کا ڈرِ کاسشن سے کیجیئے
شادی میں اب طعام ضروری نہیں ہے کچھ
یارو عوام کے لیئے جو مال ہے حرام
واعظ کو ہو حرام ضروری نہیں ہے کچھ
جب جی میں آئے شادی رچائیں گے دوستو
تاریخ اور مقام ضروری نہیں ہے کچھ
کافی ہیں دوست سر کی حجامت کیواسطے
منڈن کا اہتمام ضروری نہیں ہے کچھ
اس دور میں اولاد کے نزدیک اے پاگل
بابا کا احترام ضروری نہیں ہے کچھ

پڑ گئی کِس کی لات یاد نہیں

کب ہوئی مجھ کو مات یاد نہیں

اتنے ایڈوانس ہو گئے کہ انہیں

باپ دادا کی ذات یاد نہیں

ڈبل نے ٹیڈ نکل گیا جب سے

ان کو سوتی کلاتھ یاد نہیں

فلمی نالج یہ ہے عبور مگر

صرف صوم و صلوٰۃ یاد نہیں

اپنی بخشش تو یاد ہے ان کو

میرے قرضے کی بات یاد نہیں

نام آتو گیا گواہوں میں

کیا تھی وہ واردات یاد نہیں

سامنے جا رہی تھی ایک گدھی

جھاڑی کس نے لات یاد نہیں

بن میں سیندھی کے گم تھا میں پاگل

"کب لٹی کائنات یاد نہیں"

سٹکنے لگا جب شباب ہلو ہلو

لگانے لگے وخضاب ہلو ہلو

جنہیں بات کرنا نہ آتا تھا کل تک

لگے دینے وہ بھی جواب ہلو ہلو

ہوئی میری شادی تو جلدی مگر

ہوا مجھ پہ نازل عذاب ہلو ہلو

کمائی جو رشوت کی ہونے لگی تو

بدلنے لگے آنجناب ہلو ہلو

کرم اتنا ساقی بوقتِ نزع کر

کہ ٹپکا حلق میں شراب ہلو ہلو

میں جلدی کے کاموں کا قائل نہیں ہوں

ابھی لاؤں گا انقلاب ہلو ہلو

نواباں تو پھرنے لگے مارے مارے

بنے بیٹھے چوراں نواب ہلو ہلو

میں لکھتا ہوں لیٹر انہیں جلدی جلدی

وہ دیتے ہیں اسکا جواب ہلو ہلو

جمعگی ہوئی نہ ہی جو تھی ہی پاگل

بکے سارے زیور جناب ہلو ہلو

صرف بادا ہی اکیلے ہیں کمانے والے
ہیں جواں بیٹے مگر بیٹھ کے کھانے والے

تیر، تلوار نہ بندوق چلانے والے
رہ گئے بکریاں ماموں کی چرانے والے

وہ بھی کہتے ہیں مجھے گندہ بدن گندہ ذہن
سال میں دو ہی دفعہ پانی نہانے والے

کیا کریں گے وہ بھلا اپنا جہاں میں لوگو
ڈرے کھٹمل کے پلنگ اپنا جلانے والے

حق پڑوسی کا ادا وہ کیا کریں گے یارو
مرغیاں اپنے پڑوسی کی چرانے والے

اب تو گیدڑ کی بھی آواز سے ڈر جاتے ہیں
شیر کے ساتھ جو تھے پنجہ لڑانے والے

ایسے ہولے بھی کئی ہم کو ملیں گے شاعر
کھیت سے نکلے نئے، پتا اگانے والے

کون سنتا ہے زمانے میں ہماری پاگل
ہم تو ٹھہرے ہیں یہاں بین بجانے والے
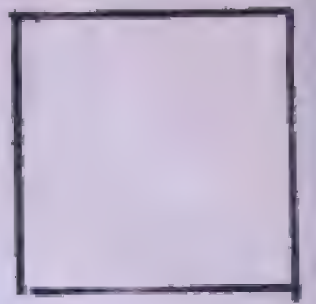
کوئی پنشن کوئی منصب کوئی جاگیر نہیں
روٹیاں مفت کی توڑوں مری تقدیر نہیں
پاس جو کچھ بھی تھا رتی میں لگا یا چکلے
گھر میں زیور تو بڑی چیز ہے کفگیر نہیں
وہ پڑوسی کو چچا کیسے کہیں گے خالو
باپ کی جن کی نظر میں کوئی توقیر نہیں
آپ کیوں بور ہوئے سن کے فسانہ میرا
یہ کسی بگلا بھگت کی کوئی تقریر نہیں
کتنے مشہور زمانے میں ہیں تیرے عاشق
کون سا تھانہ ہے ایسا جہاں تصویر نہیں
اقربا صرفِ فغاں اہلِ محلہ غم گیں
باپ کی موت پہ فرزند ہی دلگیر نہیں
نیند مہرو کو مرے آئیگی کیسے یارو
سامنے سائرہ بانو ہی کی تصویر نہیں
لاٹری، ریس معمہ ہے مگر اے پاگل
ہم سبھی کیا لوگ ہیں آمادۂ تدبیر نہیں

کچھ اس عروج پر فنِ داداگری ملی
بلّی ملی تو چوہے سے ڈرتی ہوئی ملی

تقدیر پر عدو کے بھی قربان جائیے
مجھ کو گدھا ملا تو اسے پھٹ پھٹی ملی

یہ فیملی پلان کی برکت نہ ہو کہیں
ہر گھر میں فوج بچّوں کی لمبی کھڑی ملی

ماں باپ رو رہے ہیں اگر زار زار تو
اولاد ان کے حال پہ ہنستی ہوئی ملی

دامن سے لے کے جیبِ گریباں تلک اے دوست
ہر چیز ڈپلی کیٹ مرے یار کی ملی

ہر سال نئی فصل بھی اگ آتی ہے ابتک
زرخیز میرے سسرے کو کیا دھمڑی ملی

میکپ کرے تو چاند کا ٹکڑا دکھائی دے
میکپ بغیر یار کی صورت جلی ملی

لیڈر وہی جو قوم کی کر ڈالے حجامت
اس کو انعام بنگلہ ملا کار بھی ملی

عاشق میں دم ہے اور نہ معشوق میں ہے خم
پاگل اب عاشقی بھی بڑی پھسپھسی ملی

نامۂ الفت لفافہ سے نکل جانا کیتے
عاشقِ دل گیر کا حلیہ بدل جانا کیتے

عاشقی کا تیر مولانا پہ چل جانا کیتے
ہجر کے صدمے سے انکی ناف ٹل جانا کیتے

عین موقع پر عدو کا وار چل جانا کیتے
دم اٹک جانا کیتے ہاتھی نکل جانا کیتے

جو دیا تھا مجھ کو سسرے نے جہیز میں دوستو
اس کا وہ بنگلہ خدا قدرت سے جل جانا کیتے

ہے تمنا آخری یہ عاشقِ ناکام کی
گیٹ پر ہی سینما کی دم نکل جانا کیتے

قبر پہ نانی کی بنوائیں کیتے اک تاج وہ
لاٹری نانا کی قسمت سے نکل جانا کیتے

چھ کے چھ بیٹے ہیں ان کے ڈاکٹر انجینئر
ساتواں بیٹا تو بھی شاعر نکل جانا کیتے

شکل تو مونگس کی ہے ان کے بیٹے کی مگر
لائیں گے ایسی بہو پبلک اچھل جانا کیتے

محفلِ شعر و سخن میں سن کے یاثمن کی غزل
سننے والے وجد میں دو گز اچھل جانا کیتے

جیبوں میں پھوٹی کوڑی خدا کی قسم نہیں
لیکن اکڑ خدا کی پناہ پھر بھی کم نہیں ہے

سب کو ہے فکر میرے جہلم کی دوستو!
مرنے کا غم کسی کو خدا کی قسم نہیں ہے

مانا نہیں چچا پہ بھتیجے کو کچھ خیال ہے
لیکن چچا کو بھی تو چچانی کا غم نہیں ہے

والد کی بات سن کے یہ بولے وہ دوستو!
بڈھا ہے اس کی باتوں میں اب کوئی دم نہیں

ہم سے کھچا کے کوئی بھی پنپا نہ آجتک
داداگری میں ہم کسی دادا سے کم نہیں ہے

رحمت کے آرہے ہیں فرشتے بھی دم بدم
جب سے کہ گھر میں ان کے دلبند رقدم نہیں

گو اور بھی ہیں کام ضروری جہان میں
ان کی نظر میں عشق سے بڑھ کر اہم نہیں

آئی بغل میں جورو تو پاگل کو دیکھئے
اماں کا غم نہیں اسے بابا کا غم نہیں ہے

دیکھنا یہ عروجِ زباں دوستو
بانگ دینے لگیں مرغیاں دوستو
کیا کہوں کتنے چالو ہیں سالے میرے
بیچ کر کھا گئے لنگیاں دوستو
جب بھی بکچر لگے گی نئی شہر میں
سب سے پہلے چلیں بڈھیاں دوستو
آج ایسے بھی شوہر نظر آئیں گے
جن سے کشتی لڑیں بیویاں دوستو
آجکل ہو گئے وہ بھی موڈرنشیں
ناز کا کرتے تھے جو بنڈیاں دوستو
پا کے تعلیم چھالو کے چھالو رہے
کام آئیں نہ کچھ ڈگریاں دوستو
آج فیشن پرستی کی اس ریس میں
ناریاں بن گئیں گھوڑیاں دوستو
بات سچ سے کہو نسگانیں ایمان کی
چاہے ان کو لگیں مرچیاں دوستو
جب ترنم سے پاگل نے چھیڑی غزل
آ گئے دوڑ کر دھوبیاں دوستو

جو نامہ تھا رنگین وہ بے رنگ ہوا ہے
لکھا تھا جوانی میں بڑھاپے میں ملا ہے

راشن کی دوکاں سے ہمیں راشن جو ملا ہے
اس میں تو میونسپلٹی کا کچرا بھی بھرا ہے

تقریر تری سن کے اے لیڈر یوں لگا ہے
جیسے کسی دھوبی کا گدھا چیخ رہا ہے

کیا بات ہے اٹکی جو حلق میں مرے بوٹی
شاید تری ممّی نے مجھے یاد کیا ہے

مشتاق تو پہنچی بھی نہ تھی اپنی جگہ پر
ہر شخص بلاوڑ کی طرح ٹوٹ پڑا ہے

کھاتا ہے بھلا کون سی چکّی کا وہ آٹا
دلبر جو میرا پھول کے غبّارہ بنا ہے

جنّات کا اس پر کوئی سایہ تو نہیں ہے
ناحق جو سرِ راہ اچھل کود رہا ہے

اللہ کی رحمت کا وہ لے کر کے سہارا
جوتا کوئی مسجد میں نیا ڈھونڈ رہا ہے

قربانی کے بکرے کی طرح کیوں مجھے پا گئی
ہر دوست یہاں کاٹنے تیار کھڑا ہے

نام کی آج دلبری ہے میاں
یہ تو "کنگال کمپنی" ہے میاں
اتنی مضبوط کھوپڑی ہے میاں
جیسے میڈانِ جرمنی ہے میاں
یار کے پیر میں جو ہے چپّل
میری ہی کھال کی بنی ہے میاں
جس کو سمجھے تھے ہم انار کلی
وہ تو گانجے کی اک کلی ہے میاں
وعظ کے بعد شیخ کے گھر پر
بزم رمّی کی بھی جمی ہے میاں
ساس، سسرا و سالیاں سالے
یہ بھی چنڈال چوکڑی ہے میاں
امن کے نام پر لڑاتے ہو
کیا خطرناک پالیسی ہے میاں
چیر دیتی ہے پھاڑ دیتی ہے
ان کی تر چھی نظر چھری ہے میاں
نکر اینڈ ھن کی کچھ کر دو یا گئے
بھاپ پر دال کب گلی ہے میاں

قاضی دکھائی دے نہ براتی دکھائی دے
ایسی بھی اِن دنوں مجھے شادی دکھائی دے

کیا خوب اِن دنوں یہ ترقی دکھائی دے
انڈا بھی اب تو بیر کی گٹھلی دکھائی دے

میک اپ کے اس کمال پہ قربان جائیے
خود نانی ماں بھی اب تو نواسی دکھائی دے

راشن کی شاپ پر ہی نہیں کوئی انحصار
دریا پہ خودکشی کو بھی کیو ہی دکھائی دے

غم ہائے روزگار کے چکر میں دوستو
ہر آدمی کی ایسی کی تیسی دکھائی دے

جھگڑے میں جورو مرد کے مابین اِن دنوں
کچھ لیڈروں کو ہاتھ بدیسی دکھائی دے

بچوں کے ساتھ بچوں کی ممی ہے دوستو
لیکن لباس و شکل سے ڈیڈی دکھائی دے

آتی ہے نظر ناک جو گز بھر کی دور سے
نزدیک سے وہ ناک بھی نکٹی دکھائی دے

کہتے ہیں لوگ مجھ سے رقیبوں کی آنکھ میں
پاگلؔ ذرا کباب میں ہڈی دکھائی دے

کیسی گڑبڑ ہے کیسا تگڑم ہے
اچھے اچھوں کا ناک میں دم ہے
جب سے ڈوبا ہے بڈھا فیشن میں
گھر کی بڈھی کا ناک میں دم ہے
حسنِ معصوم کا بھروسہ کیا
آنکھ میں پیار ہاتھ میں بم ہے
ڈھنگ کھانے کے سب کو آتے ہیں
خوب بیٹے میں باپ میں کم ہے
کیوں ڈروں ناصحا جہنم سے
زندگی میری خود جہنم ہے
ہاتھ میں ان کے ریشمی آنچل
بے حیائی کا جیسے پرچم ہے
کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے سدا
بڑی جلاد میری بیگم ہے
اشک ان کے ہی دکھاوے کے
یہ بھی کیا کم کہ آنکھ پُرنم ہے
آپ کے غم میں ہو گئے پاگل
کتنا منحوس آپ کا غم ہے
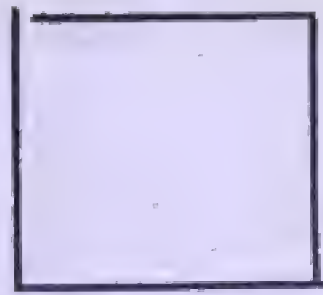
ادائے دلبری داداگری لگے ہے مجھے
وہ جانِ آرزو میٹھی چھری لگے ہے مجھے

بنادیا جسے ووٹوں نے منتری یارو
وہ دیکھنے میں بڑا کنتری لگے ہے مجھے

غمِ حیات نے یوں کر دیا خراب دماغ
ہر ایک بات بھلی بھی بُری لگے ہے مجھے

جو اپنے آپ کو ہیرو خیال کرتا ہے
وہی تو شکل سے باسی کڑھی لگے ہے مجھے

ہو کوئی کیسا بھی منٹوں میں کام کرتی ہے
بڑے ہی کام کی چمچہ گری لگے ہے مجھے

سوال جب بھی عمل کا اٹھا تو گول ہوئے
جنابِ شیخ بھی دس نمبری لگے ہے مجھے

چلا ہے کیسا یہ فیشن کہ عقل حیراں ہے
ہے چھوکرا یہ مگر چھوکری لگے ہے مجھے

زمانہ جس کو سمجھتا ہے پاگلِ اعظم
وہی تو سب سے بڑا مطلبی لگے ہے مجھے

بات گھوڑے جوڑے کی طے اگر نہیں ہوتی
آج کل کوئی شادی معتبر نہیں ہوتی
مانتا ہوں میں ان کے ہاتھ کی صفائی کو
جیب صاف کرتے ہیں اور خبر نہیں ہوتی
مختصر وہ کھاتے ہیں مختصر پہنتے ہیں
گفتگو مگر ان کی مختصر نہیں ہوتی
پاس ہو گئے ہیرو کا پی مار کر بی۔ اے
آپ سے مگر تحریر اک سطر نہیں ہوتی
باس کو لگا چسکا جب سے کھانے پینے کا
با اثر سفارش بھی کارگر نہیں ہوتی
قوم کے مسائل کا حل نکل گیا ہوتا
لیڈروں کو دولت کی حرص اگر نہیں ہوتی
کیش ہو نہیں سکتا چیک بیچارے شوہر کا
جب تلک کہ بیگم کی سگ نیچر نہیں ہوتی
یہ سمجھ کے کچھ لیڈر گول مال کرتے ہیں
لیڈری مسائل سے بے خبر نہیں ہوتی
گھر میں بڑھ گئی پاگل فوج بال بچوں کی
مختصر سی تنخواہ میں اب گزر نہیں ہوتی
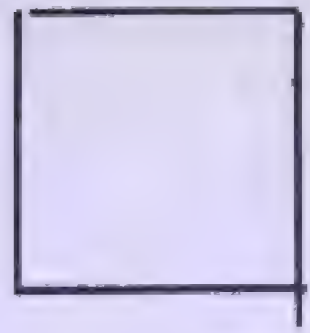
فارن کی موسیقی کے چرچے بھی کم نہیں ہیں
بجنے میں انڈیا کے ڈھپڑے بھی کم نہیں ہیں

پکچر کی کیو میں ایسے نقشے بھی کم نہیں ہیں
بہرے تو پھر ہیں بہرے اندھے بھی کم نہیں ہیں

کھجلی بھی زندگی کا معمول بن گئی ہے
ناخن بھی ہیں زیادہ گنجے بھی کم نہیں ہیں

بچوں کا بیل تھرٹی بڈھوں کا بیل ففٹی
پنجے تو پھر ہیں پنجے چھکے بھی کم نہیں ہیں

مانگیں گے ریل گاڑی سسرال سے جہیز میں
ایسے بھی لالچی اب دولہے بھی کم نہیں ہیں

دن میں بغیر قندیل سیکل پکڑنے والے
اپنے شہر میں ایسے گندے بھی کم نہیں ہیں

پھیلاتے ہیں تباہی ایٹم بموں سے بڑھکر
اسٹیل کے الٰہی چمچے بھی کم نہیں ہیں

مجھ سے پڑوس کا بھی وہ ٹیکس لے رہے ہیں
دفتر میں بلدیہ کے گھپلے بھی کم نہیں ہیں

گذرے جو غیر ادھر سے تازہ غزل سنادیں
پاگل تیری گلی کے کتے بھی کم نہیں ہیں

اپنے مطلب کے لئے خود کو گرا لیتے ہیں لوگ
پارٹنر شیطاں کو بھی اپنا بنا لیتے ہیں لوگ

چار سجدے جوش میں آ کر لگا لیتے ہیں لوگ
سیٹ جنّت میں ریزرو اپنی کرا لیتے ہیں لوگ

دعوتوں میں ہم نے دیکھا ہے یہ منظر بارہا
توڑ کر مشقاب تک اکثر چبا لیتے ہیں لوگ

ایک نقلی قبر کے بن کے مجاور ان دنوں
ایئر کنڈیشنڈ بنگلے اب بنا لیتے ہیں لوگ

ناک چپٹی، آنکھ ترچھی، گال پچکے، موٹے ہونٹ
عیب سب میک اپ کے پردے میں چھپا لیتے ہیں لوگ

جب بھی ہجرِ یار میں روتا ہوں ڈھاڑیں مار کر
ڈر کے مارے کان میں کپڑا دبا لیتے ہیں لوگ

جانے کیوں سن کر ترنّم آپ کا پاگل میاں
لے کے ماچس ہاتھ میں طبلہ بجا لیتے ہیں لوگ
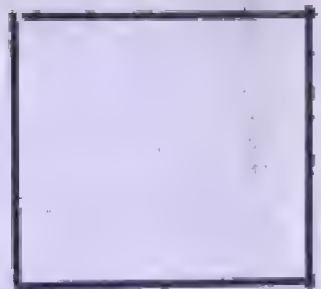
عجب ہے ان دِنوں گڑبڑ گھٹالا دیکھتے جاؤ
لگا چوہے سے ڈرنے بور. بچہ دیکھتے جاؤ

بجا کرتا تھا جن کے نام کا ڈنکا زمانے میں
ہوا ہے آج ڈبہ گول ان کا دیکھتے جاؤ

مزائل اور ایٹم کے زمانے میں وہ لڑنے کو
چلے ہیں لے کے اک جھاڑو کا کٹہ دیکھتے جاؤ

کبھی مینڈک کبھی. بچھو کبھی مچھلی کبھی جھینگا
نکل آتے ہیں نل سے اور کیا کیا دیکھتے جاؤ

نئی جورو ہوئی چمپت پرانی چھوڑ کر چپل
گیا خط رہ گیا خالی لفافہ دیکھتے جاؤ

نہیں ڈرتے وہ شیروں سے مگر ڈرتے ہیں جورو سے
یقیناً دال میں ہے کچھ تو کالا دیکھتے جاؤ

رہن ہیں گھر کے برتن شان دیکھو پھر بھی خالو کی
چلے ہیں ریشمی لٹکا کے ناڑا دیکھتے جاؤ

بھری پاکٹ ہے جب تک چار پیسوں کی تری پاگل
سمجھتے ہیں تجھے سب دم کا مرغا دیکھتے جاؤ

اس دور کا ہر نیتا ایسا نظر آتا ہے
پیندے کے بنا جیسے لوٹا نظر آتا ہے
جس کا بھی کلر ان کو کالا نظر آتا ہے
وہ شخص انہیں اپنا سالا نظر آتا ہے
رمّی کی محبت میں یہ کیا نظر آتا ہے
یکّہ بھی انہیں اب تو چھکّہ نظر آتا ہے
نائیلان کے کپڑوں میں کیا کیا نظر آتا ہے
اندر کا سبھی دیکھو نقشہ نظر آتا ہے
بچوں پہ بڑھاپا ہے، بوڑھوں پہ جوانی ہے
اب دودھ میں ماؤں کی گھپلا نظر آتا ہے
دم مار کے گانجے کا یہ بولے میاں جمّن
گاما بھی میرے آگے لونڈا نظر آتا ہے
بھر بھر کے گئی لاری سامانِ جہیز لے کر
ناراض مگر پھر بھی دولہا نظر آتا ہے
لیلیٰ نے کہا ہنس کے اخباری رپورٹر سے
مجنوں کبھی اُلّو کا پٹھا نظر آتا ہے
بچے ہیں تر و تازہ اماں ہے ڈبل روٹی
بابا ہی مگر سوکھا کلچہ نظر آتا ہے
سُن کر وہ غزل میری کہنے لگے بہروں سے
پاگل میرا اندھوں میں کانا نظر آتا ہے

نہ یوں ناز نخرے دکھاؤ دو ہے بھائی
چلو گھر کو جھاڑو لگاؤ دو ہے بھائی
یہ کرتے پاجامے کو چولہے میں ڈالو!
چلو بیل باٹم سِلاؤ دو ہے بھائی
ذرا بنکو راجیش کھنّہ دکھاؤ!
چلو اجلی داڑھی منڈاؤ دو ہے بھائی
اگر موت سے پہلے مرنا ہے تم کو!
گڑھیے میں ڈبکی لگاؤ دو ہے بھائی
گدھے پر ہی بیٹھوں گا مُنّے کی ضد ہے
ذرا پیٹھ پر تم بٹھاؤ دو ہے بھائی
فری میں اگر سیر فارن کی چاہو
تو گانجے کی دو دم لگاؤ دو ہے بھائی
کہیں تم کو پبلک نہ ہیلن سمجھ لے
ٹھمکتے ٹھمکتے نہ جاؤ دو ہے بھائی
بہت ہو چکے چھوٹتے چھٹی دمنڈ نے
فل اسٹاپ اب تو لگاؤ دو ہے بھائی
تمہیں کیا خریدیں گے پاگل کی گھڑ سی
رہن ہے سو گٹری چھڑاؤ دو ہے بھائی

ہنس کے مجھ کو پھنسائے جیسا ہے
کانچ کوری لگائے جیسا ہے
کھیر خالہ پکائے جیسا ہے
خالو مسکہ لگائے جیسا ہے
آج کل کی یہ نمبری اولاد !
سر پہ طبلہ بجائے جیسا ہے
بن گیا پیٹ مقبرہ ان کا
مال مُردوں کا کھائے جیسا ہے
کھٹی چیزوں میں جی ہے بیگم کا
پھر نیا گل کھلائے جیسا ہے
سیندھی خانے میں پھر نظر آئے
خالو قرضہ اٹھائے جیسا ہے
کمر دکھ رئیں کیتے دو دہے بھائی کی
آیا مرغا بٹھائے جیسا ہے
نانی ڈمبل کیا ڈبہ ہے بنی
نانا بابی دکھائے جیسا ہے
بارہ بچوں کے بعد اے پاگل
کیا پلاننگ کرائے جیسا ہے
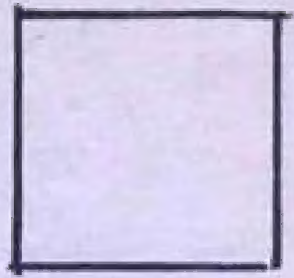
او ستمگر ترا یہ مٹکنا گل کھلانے کے قابل نہیں ہے
تیرا ڈھیڑا ہوا ہے پرانا یہ بجانے کے قابل نہیں ہے
مفت کی کھیر پی تو لئے ہیں پر بچانے کے قابل نہیں ہے
ان کو سنتے ہیں پیچش لگی ہے آنے جانے کے قابل نہیں ہے
مل گئی اب تو ان کو بھی ڈگری پا گئے وہ بھی اک سیٹ ٹگڑی
وہ بھی انجینئر بن گئے جو نٹ گھمانے کے قابل نہیں ہے
تیرا شوہر تو ہے خوش مذاق پھر یہ دونوں میں کیسا نفاق
جل کے بولے وہ الو کا پٹھا سر دبانے کے قابل نہیں ہے
نامہ بر ہاتھ خالی پھر آیا یہ سماچار آکر سنایا
ان کے ہاتھوں میں کھجلی لگی ہے پن اٹھانے کے قابل نہیں ہے
گل کھلیں گے تو کیسے کھلیں گے پھل ملیں گے تو کیسے ملیں گے
انکی کھیتی ہے زرخیز پر وہ ہل چلانے کے قابل نہیں ہے
عمر بھی ہو گئی ہے اضافہ خط رہ گیا بس لفافہ
جو کڑا تنگ ہوا ان کا ڈھیلا مسکرانے کے قابل نہیں ہے
کھیل وہ بھی دکھانے لگے ہیں گول پھر بھی بنانے لگے ہیں
جن کے پاؤں میں موچ آگئی ہے کک لگانے کے قابل نہیں ہے
سن کے دعویٰ وہ کشتی کا بولے میاں پاگل ابھی تم ہو چوزے
دودھ پینے کے دن ہیں تمہارے لٹھ چلانے کے قابل نہیں ہے

یہ کیا گڑبڑ گھٹالا ہے یارو دن میں بھی اب اُجالا نہیں ہے
گلّ سے بُو بُو سے مستی گئی ہے دودھ میں آج مسکہ نہیں ہے
آدمی گھر گیا لعنتوں میں ہم نے دیکھا ہے یہ دعوتوں میں
قورمے کے سبھی منتظر ہیں دالچہ کوئی چھوتا نہیں ہے
چین سے بیٹھے رہنے کی عادت ہو گئی دوستو ہم سے رخصت
عام ہے مرضِ کھجلی جہاں میں کون ہے جو کھجاتا نہیں ہے
اپنی اولاد کتنی ہے چالو یہ تو شیطان کی بھی ہے خالو
آپ پر کیا بھروسہ کریگی باپ پر جب بھروسہ نہیں ہے
فکرِ عقبیٰ نہ ہے فکرِ دنیا فکرِ زیرہ نہ ہے فکرِ دھنیہ
سیندھی خانہ ہی سب کچھ ہے ان کا بال بچوں کی پروا نہیں ہے
ہیں کفن چور سارے پریشان کس طرف جا رہا ہے یہ انسان
کیا چرائیں کہ مردہ کفن تک قبر میں ساتھ لاتا نہیں ہے
تو ہے پاگل تو شاعر ہے سچا، تیری داڑھی میں گرگٹ کا بچہ
یہ کیا سوجھی تجھے شاعری کی کیا کوئی اور دھندا نہیں ہے

باپ ڈیلن بنا بیٹے ہیرو بنے سب کے اطوار فلموں میں ڈھلنے لگے
پردے اٹھنے لگے پردے گرنے لگے دن دہاڑے ریہرسل بھی چلنے لگے
جو اٹھاتے تھے کل جوتیاں دوستو آج وہ پا گئے کرسیاں دوستو
چار پیسے جمع بینک میں کیا ہوئے بن کے چینڈل وہ جمبو اچھلنے لگے
پھس پھسی آج کل کی یہ اولاد ہے اس عمارت کی کمزور بنیاد ہے
کچھ توقع نہیں ان سے تعمیر کی دودھ ڈبوں کا پی کر یہ پلنے لگے
ایک مس کے لئے کل وہ مسٹر بنے آج جوگن پھنسی ہے تو جوگی بنے
جیت کبھی ہو گئے پٹ کبھی ہو گئے بن کے تھالی کا بیگن پھسلنے لگے
بانگ کوّے بھی دینے لگے آجکل دودھ بھینسے بھی دینے لگے آجکل
آدمی ہی نہیں اب تو حیوان بھی جنس اپنی فٹا فٹ بدلنے لگے
قومی خدمات کو قومی جذبات کو بھول کر دیش کی آج ہر بات کو
بن کے خود غرض اب لیڈراں دوستو گلگلے اصلی گھی کے وہ تلنے لگے
آج کے دور میں یہ وبا عام ہے نام شیطان کا مفت بدنام ہے
باپ بیٹے بھی اب ایک ہی حال پر اپنی نیت ارادے بدلنے لگے
اب خدا بھی گدھوں پر مہربان ہے اس لئے ہر گدھا بھی پہلوان ہے
یہ کیا الٹا زمانہ ہے پاگل میاں، ہنس کی چال کوّے بھی چلنے لگے